ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جون 2023ء

سب سے اچھی صحبت قرآن کی صحبت ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

سیّد السادات شیخ المشائخ قدوۃ الاولیاء

سیدنا طاہر علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ

القادری الگیلانی البغدادی

کے اخلاق و اوصافِ حمیدہ

لَبَّیْكَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْك

تعلیماتِ حج اور اس کا پیغام

قربانی کا جذبہ ایک عالمگیر حیثیت کا حامل ہے

گرمی کو مات دینے کے لئے ماہرِ صحت کے مفید مشورے

سانحہ ماڈل ٹاؤن پاکستان کی تاریخ کا اندوہناک سانحہ ہے

کیا مظلوموں کو انصاف کے لئے یومِ حشر تک انتظار کرنا ہوگا؟

17 JUNE

مرکزی ٹیم منہاج القرآن ویمن لیگ نے ڈاکٹر غزالہ حسن قادری کا پاکستان آمد پر شاندار استقبال کیا

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام ڈاکٹر فرح ناز کی زیر صدارت منعقدہ اعتکاف ریویو میٹنگ کے مناظر

منہاج القرآن ویمن لیگ اسٹریلیا نے محترمہ فضہ حسین قادری کا اسٹریلیا آمد پر پرتپاک استقبال کیا

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 30 شمارہ: 6 / ذوالقعدہ ۱۴۴۴ھ / جون 2023ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
ثناء وحید

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحر ش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام —— فوٹو گرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ

(سانحہ ماڈل ٹاؤن پاکستان کی تاریخ کا ایک اندوہناک سانحہ ہے)		4

فکرِ شیخ الاسلام

سب سے اچھی صحبت قرآن کی صحبت ہے	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
تعلیماتِ حج اور اس کا پیغام	ڈاکٹر انیلہ مبشر	10
حضرت طاہر علاؤالدینؒ کے اخلاق و اوصاف حمیدہ	سمیہ اسلام	14
سانحہ ماڈل ٹاؤن کے 9 برس اور شہداء کے ورثاء انصاف سے محروم	نعیم الدین چودھری	18
دعا اور آدابِ دعا	سعدیہ کریم	24
سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ	رابعہ فاطمہ	27
نظم سانحہ ماڈل ٹاؤن	سید الطاف حسین شاہ	30
شہداء کے ورثاء کے عزم و ہمت کو وقت کی فرعونی قوتیں متزلزل نہ کرسکیں	ام حبیبہ اسماعیل	32
فتح مسجد اقصیٰ	سعدیہ محمود	34
عید الاضحیٰ، قربانی کی روح اور ہمارا معاشرہ	پروفیسر حلیمہ سعدیہ	37
گرمی کی لہر اور انسانی جسم	ڈاکٹر عائشہ انور	40
تعزیتی پیغام: نائب ناظم اعلیٰ میڈیا افیئر نوراللہ صدیقی کے والد محترم		42
گلدستہ: بقرعید کی بڑی تیاریاں	مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین	43
فقہی مسائل: انشورنس یا بیمہ پالیسی کا شرعی حکم	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	45

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرق وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/60 روپے

سالانہ خریداری -/700 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْیَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللہِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ج نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا ج اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ. (التحریم،٦٦: ٧، ٨)

’’اے کافرو! آج کے دن کوئی عذر پیش نہ کرو، بس تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو کرتے رہے تھے۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوعِ کامل سے خالص توبہ کرلو، یقین ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری خطائیں دفع فرما دے گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ (اپنے) نبی (ﷺ) کو اور اُن اہلِ ایمان کو جو اُن کی (ظاہری یا باطنی) معیّت میں ہیں رسوا نہیں کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کے دائیں طرف (روشنی دیتا ہوا) تیزی سے چل رہا ہوگا وہ عرض کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لیے مکمل فرما دے اور ہماری مغفرت فرما دے، بے شک تو ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔‘‘

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ..

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی کوئی دنیاوی تکلیف دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی مشکلات میں سے کوئی مشکل حل کرے گا جو شخص دنیا میں کسی تنگ دست کے لئے آسانی پیدا کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کے لئے آسانی پیدا فرمائے گا اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ (اس وقت تک) اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے۔ جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔‘‘

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص۷۷۹)

خواب

تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزا وار
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلام خس و خاشاک
مہر و مہ و انجم نہیں محکوم تیرے کیوں
کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک

(ارمغانِ حجاز، کلیات، اقبال، ص:۵۵۱)

تعبیر

ہمارے رسول ﷺ کا حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس قرآن کا نسخہ ہونا چاہیے اور اسے اپنا عالم خود بننا چاہیے (قرآن سے صحیح ہدایت حاصل کرے) لہذا اسلام محض عقائد اور ایمان یا رسومات تک محدود نہیں ہے۔ یہ ایک مکمل ضابطہ ہے جو پورے معاشرے کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کو اپنے اصولوں پر کاربند کرتا ہے۔

(عید کا پیغام 8 ستمبر 1945ء)

تکمیل

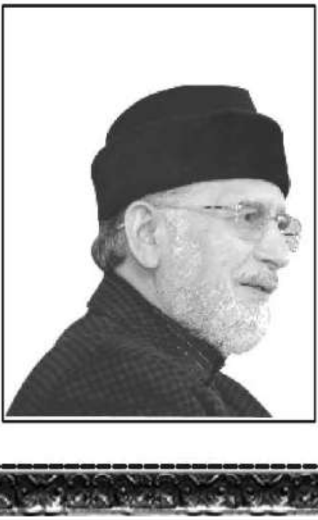

تحریک منہاج القرآن نے امتِ مسلمہ کو ایک تحریکی فکر یہ بھی دی ہے کہ وہ اپنے اندر ایسا جوہر پیدا کریں جس کے سبب ان میں باطل قوتوں کے مقابلے میں ڈٹ جانے اور ان سے ٹکرا جانے کا عزم پیدا ہو اور وہ اس راہ میں پیش آنے والے مصائب و آلام میں استقامت سے کام لیں۔ ایسے لوگوں کو دنیا کا حرص و لالچ نہیں ہوتا۔ وہ بے خوف ہوجاتے ہیں اور اگر وقت کے فرعون ان کی راہ میں خطرات و مصاء کے پہاڑ بھی کھڑے کردیں تو وہ انہیں ایک پاؤں کی ٹھوکر سے گرادیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بڑی سے بڑی قوت سے بھی ٹکرا جاتے ہیں جب یہ مرحلہ آتا ہے تو پھر ان پر اللہ کی مدد و نصرت نازل ہوتی ہے۔

(دختران اسلام، دسمبر 2002ء)

اداریہ

سانحہ ماڈل ٹاؤن پاکستان کی تاریخ کا ایک اندوہناک سانحہ ہے

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ورثاء اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی حصولِ انصاف کی جدوجہد 9 سال کے بعد بھی پوری طاقت، عزم، استقامت کے ساتھ جاری ہے اور حصولِ انصاف کی اس جد و جہد میں شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کا شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری پر غیر متزلزل یقین اور اعتماد کا اظہار قابلِ فخر اور قابلِ تقلید ہے۔ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے گزشتہ 9 سالوں کا ہر دن حصولِ انصاف کی جدوجہد میں گزارا۔الحمدللہ اس جدوجہد میں نہ قیادت کے عزم میں کوئی شکن آئی اور نہ ہی شہدائے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کے عزم و ہمت اور حوصلے کو وقت کی نمرودی ،فرعونی اور قارونی قوت متزلزل کر سکی۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا اس لیے سانحہ کے فوری بعد قتل و غارت گری میں ملوث افسران و اہلکاران کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی گئی بلکہ سانحہ میں حصہ لینے والے تمام افسران و اہلکاران کو بہترین عہدوں سے نوازا گیا، انہیں آؤٹ آف ٹرن ترقیاں دینے کے ساتھ ان کی پسند کی تقرریاں بھی کی گئیں۔

موجودہ صورتحال یہ ہے کہ مورخہ 10-05-23 کو انسداددہشت گردی عدالت نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے مرکزی ملزمان سابق آئی جی پنجاب مشتاق احمد سکھیرا،سابق ڈی آئی جی آپریشن رانا عبدالجبار ،سابق ایس پی ماڈل ٹاؤن طارق عزیز ،سابق TMOنشتر ٹاؤن لاہور علی عباس بخاری کو بھی استغاثہ کیس میں K-265کے تحت بری کردیاہے۔اب ان ملزمان کی بریت کے خلاف بھی شہدا کے وکلاء کی جانب سے لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کردی گئ ہے۔

ظالم کو جو نہ روکے وہ شامل ہے ظلم میں قاتل کو جو نہ ٹوکے وہ قاتل کے ساتھ ہے

جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو مل تو گئی تھی لیکن جس میں سانحہ ماڈل ٹاؤن میں قتل وغارت گری کرنے کا ذمہ دار2014کی پنجاب حکومت اور پنجاب پولیس کو ٹھہرایا ہوا ہے لیکن باقر نجفی کمیشن رپورٹ کے ساتھ منسلکہ دستاویزات جس میں ملزمان کے بیان حلفی ،ٹیلی فون ڈیٹا ریکارڈ ،حساس اداروں کی رپورٹس ودیگردستاویزات شامل ہیں وہ تمام دستاویزات جو جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ کے ساتھ منسلکہ تھیں افسوس صد افسوس کہ تمام دستاویزات سانحہ کے متاثرین کو آج تک فراہم نہ کی گئیں ہیں ان تمام منسلکہ دستاویزات کے حصو ل کے لئے 2018سے لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر ہوئی ہے جو کہ ابھی تک زیر سماعت ہے جسکا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔

نواز ، شہباز حکومت کا قتل و غارت گری کروانا اور بعد ازاں اپنے آپ کو تحفظ دینے کیلئے قانونی منصوبہ بندی کرنے پر تمام اقدامات، نئی تقرریاں، برطرفیاں، تبادلے، خصوصی مراعات، توسیع ملازمت، آرڈیننس اور ترمیمات یہ سب واضح کرتے ہیں کہ شہباز شریف بطور وزیر اعلیٰ پنجاب اس پورے سانحہ کے ذمہ دار ہیں۔وقوعہ سے پہلے تیاری اور اس کے بعد تحفظ دینے کے اقدامات ان کے جرم کو ثابت کرتے ہیں۔اس وقوعہ کی پولیس ہی صر ف ذمہ دار نہیں ہے بلکہ حکومت پنجاب اور وفاقی حکومت بھی اتنی ہی ذمہ دار ہے جس کی ایما پر یہ وقوعہ پیش آیا ہے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن برپا کئے جانے کے پس پردہ ایک ہی مقصد تھا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کو پاکستان میں ظلم کے نظام کے خلاف سیاسی جدوجہد کرنے سے ہر صورت روکنا ہے۔آج بھی شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کا ایک ہی مطالبہ ہے کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی غیر جانبدار تفتیش مکمل کروائی جائے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین حصولِ انصاف کے لئے مسلسل قانونی چارہ جوئی کر رہے ہیں۔ہمیں قوی امید ہے کہ بے گناہوں کو قتل کرنے والے ایک نہ ایک دن اپنے عبرت ناک انجام سے ضرور دو چار ہوں گے اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو انصاف ملے گا۔(ایڈیٹر:دختران اسلام)

سب سے اچھی صحبت قرآن کی صحبت ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

نیت کا تعلق جسم سے نہیں بلکہ دل سے ہے

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ (القلم،۶۸: ۴)

” اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ الٰہیہ سے متّصف ہیں)۔“

قرآن مجید اور سنت نبوی ﷺ پر اگر گہرائی کے ساتھ نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے۔

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا دیا ہوا تصور روحانیت اخلاق حسن پر قائم ہے۔

یعنی جتنی روحانیات قرآن شریف میں اور اسلامی تعلیمات میں مذکورہ ہیں ان کی ساری کی ساری بنیاد واساس اخلاقیات پر ہے اسی طرح قرآن حکیم کے جس مقام کا مطالعہ کیا جائے جہاں اخلاقیات کا ذکر آیا ہے۔ خلق حسن کے جس پہلو کو بھی بیان کیا ہے اس کی روح اور مغز روحانیت ہے۔ روحانیت، اخلاقیات سے جدا نہیں ہے یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ دین میں عبادت کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں ہے جس میں اخلاقیات نہ ہو۔ عبادت کے اس عمل روحانیت میں کوئی خلق ایسا نہیں جو روحانیت سے معمور نہ ہو مگر ہم ان چیزوں کو اس لیے سمجھ نہیں پاتے کیونکہ ہمارے تصورات درست نہیں ہیں اس میں ابہامات وشبہات ہیں، درست اور غلط کی حدود معلوم نہیں کہ کونسی عبادات ہیں جو اس عمل کو مقبول بناتی ہے۔ کون سی نیات ہیں جو داخل ہو جائیں تو عبادت کا عمل عبادت نہیں رہتا۔ بجائے عبادت کے وہ گناہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ ہمارے پاس کیونکہ حدود وقیود نہیں ہیں اور نہ ہی تعلیم ہے، اس لیے ہم اس تعلیم وتربیت کے لئے وقت صرف نہیں کرتے اور جن کی ذمہ داری تھی کہ وہ سمجھیں اور سمجھائیں وہ ذمہ داری نبھانے سے قاصر ہیں جس کی وجہ سے ہم نے امت مسلمہ کو نئی نسلوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا ہے۔ ہماری آنکھیں بیدار ہیں مگر در حقیقت ہم سوئے ہوئے ہیں۔

اس لیے انسان پر لازم ہے کہ وہ بیدار ہو۔ آقا علیہ السلام کا امتی ہونے کا دم بھرنے والے توحید کا دعوی کرنے والے آقا علیہ السلام کی نبوت ورسالت پر اعتقاد رکھنے والے کو چاہیے کہ وہ بیدار ہو جائے۔ آج بیدار ہونا اس کے اختیار میں ہے اگر آج وہ بیدار نہ ہوا تو ایک دن آنے والا ہے اس کی خواہش کے بغیر اس کو بیدار کر دیا جائے گا۔ اس دن کی بیداری اس کے کسی کام نہیں آئے۔ میرا اشارہ موت کے بعد یوم حشر کی طرف ہے۔ اس وقت بیدار ہو کر فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ کیونکہ پلٹ کر آنا نہیں ہوگا۔ لہذا ضروری ہے کہ عقل مند بنیں ہم نے دانشمندی کے معیار غلط کر لیے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی ہاں عقلمند وہ ہے جو اس کے احکامات کی پیروی کرتا ہے جو نافرمان ہیں وہ نادان ہے کیوں کہ وہ اپنا نفع اور نقصان بھول گیا۔ جس کو حق اور باطل کی پہچان نہ رہے وہ نادان ہوتا ہے جسے یہ سمجھ آجائے وہ دانشمند ہے۔ ہم یہ دعوی کرتے ہے ہمیں علم ہے یہ مغالطہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں جو علم عمل میں منتقل نہیں ہوتا وہ

علم نہیں ہے۔ جو علم نافع نہیں ہے اس کو اللہ اور اس کے رسول کے یہاں علم کا درجہ نہیں دیا جاتا۔ کیونکہ اللہ رب العزت کہ ہاں علماء کی تعریف یہ ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء عالم وہ لوگ ہوتے ہیں جن کو خشیت مل جاتی ہے۔ عمل کے بغیر جتنا بوجھ اپنے کندھوں پر لاد لیں ایک قدم اللہ کی راہ پر نہیں چل سکتے۔ اے بندے! تیری رفتار قلب کی حد سے متعین ہوتی ہے۔ زبان اور کلام سے متعین نہیں ہوتی۔ تو اللہ سے کتنا دور ہے اور قریب ہے۔ تیرے قرب کا فیصلہ اللہ کے ہاں کبھی تیرے ظاہر سے نہیں ہوتا۔ خواہ ظاہری طور پر کتنی نیکیاں دکھا رہا ہو۔ یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ تیرا دل سے کتنا اللہ کے قریب ہے۔ قرب کا فیصلہ باطن سے ہوتا ہے۔ تیرا دل کرے تو اللہ کی بارگاہ میں ہے تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تو یہ نہ پاسکے ہر لمحہ ہر قدم پہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ تصور حضوری کا کتنا قائم ہے اور اس پر تو کتنا نگہبان ہے یہ تیرے قرب و بُعد کو متعین کرتی ہے۔ اللہ کے ہاں بُعد مسافتوں کے نہیں ہوتے۔ دل کی حالتوں کے ہوتے ہیں۔ اس لیے تیرے اعضاء شریعت کی حدود میں رہیں۔ تیرا جسم شریعت کی حدود کا پابند ہو۔ اگر آپ کے اعمال شریعت کے خلاف ہوں۔

پھر وہ انسان کو راہ دیتے ہیں۔ نفس کبھی بھی اللہ کے قریب نہیں ہونے دے گا، نفس کبھی بھی آپ کے قلب و باطن میں اللہ کے قرب کا احساس اور شعور بیدار نہیں ہونے دے گا۔ نفس کا گٹھ جوڑ شیطان کے ساتھ ہے۔ شیطان نے اللہ کے حضور قسم کھائی ہوئی ہے۔ تیرے بندوں کو بہکاؤں گا، گمراہ کروں گا، راہ ہدایت سے ہٹاؤں گا، سوائے ان کے جو نفس کے چنگل سے نفس کی قید سے آزاد ہوئے۔ اس کا ادراک شیطان کو بھی ہے جو نفس سے دور ہو گئے ہیں ان پر میں حملہ آور نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے حملہ کرنا نفس کے ذریعے سے اور دوسری قسم اس نے یہ کھائی تھی باری تعالیٰ کی بارگاہ میں کہ میرا ہتھکنڈا اور طریقہ یہ ہوگا کہ تو اپنے بندوں میں اکثریت کو شکر نہ کرنے والا پائے گا۔ اکثریت ایسے لوگوں کی بنا دوں گا کہ وہ کسی نہ کسی طور پر شاکر نہیں ہوں گے۔

ہر وقت شکوہ کرنے والے ہوں گے۔ مال کی کمی ہے، بے روزگاری ہو گی۔ پیسے کم ہیں، خرچے زیادہ ہیں رشتہ دار اچھے نہیں ہیں، دوست زیادتی کرتے ہیں مجھ سے حسد کرتے ہیں۔ مجھے عزت نہیں دیتے، مجھے قدر و منزلت نہیں دیتے، میرے صحیح مقام پر نہیں بٹھاتے۔ میرا درجہ اوپر نہیں کیا جاتا، تنظیم میں جماعت میں فیملی میں رشتہ داروں میں، بیمار ہوں خدا جانے میں ہی بیماری کے لیے ہوں، کیوں صحت نہیں ہے۔ توانا نہیں اولاد خیال نہیں رکھتی آپ گنتے چلے جائیں کوئی حد نہیں شیطان نے کہا تھا۔ اے باری تعالیٰ! تو اپنے اکثر بندوں کو ناشکر گزار پائے گا۔ یہ جو ناشکر گزاری ہے بہت بڑا ہتھیار ہے شیطان کا جس کے ذریعے وہ بندوں کو اللہ سے دور کرتا ہے جونہی وہ ناشکر گزار ہوتا ہے اس کا ہر عمل بے کار ہو جاتا ہے، اس کا تعلق توحید اللہ سے ٹوٹ جاتا ہے۔ نفس کے ذریعے حملہ کرتا ہے جو نفس سے دور ہو گئے شیطان کا بھی اقرار ہے کہ میں ان پر حملہ نہیں کر سکوں گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ تو نفس کی قدر و منزلت کا اہتمام نہ کر نفس کی قدر و منزلت کوئی قدر نہیں ہے جبکہ ہماری ساری فکر اپنی ذات کو عزت دینے کی ہے۔

اپنے ظاہر کو عزت دینا۔ اسی کو مقام اور مرتبہ دینا اسی کو پہچاننا جہاں سے خود پسندی جنم لیتی ہے۔ ہماری پوری کوشش یہ ہے کہ شاید قدر و منزلت کی جگہ نفس ہے اللہ کے ہاں قدر و منزلت کی جگہ نفس نہیں ہے قلب اور روح ہے جس شخص نے کوئی عمل مخلوق کے لیے کیا کہ مخلوق کی نگاہ میں اس کو قدر و منزلت ملے گی یا کوئی منفعت ملے گی اس کا اللہ کے ہاں کوئی عمل مقبول نہیں ہے وہ عمل نامقبول ہو گیا۔

سوائے فرائض اور واجبات کے۔ فرائض اور واجبات جلوتوں میں ہوتے ہیں یا شریعت کے مقرر کردہ اعمال و حدود جلوتوں میں ہوتے ہیں۔ نماز باجماعت پڑھنی ہے تو جلوت میں ہو گی حج کرنا ہے جلوت میں ہو گا۔ اعتکاف بیٹھنا ہے تو جلوت میں ہو گا جو احکام فرائض اور واجبات ہیں وہ جلوت لوگوں کے سامنے ہوتے ہیں مگر اصل اعمال کی جو روح ہے وہ خلوت میں ہوتی ہے کیونکہ اللہ خلوت میں ملتا ہے۔ اللہ آپ کی خلوتوں کو دیکھتا ہے خلوت کا وجود آپ کا دل ہے سلف صالحین میں سے کئی نے کہا اللہ رب العزت اپنے بندوں کے دل کو ایک دن میں ستر سے لے کر

ستر ہزار تک اپنے بندوں کے دل پر نگاہ ڈالتا ہے۔ اسے اپنے بندے کی خلوت گاہ اتنی مقبول ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کی خلوت گاہ میں ”میں“ ہوں یا کوئی اور ہے۔

اس لیے اعمال کی قدر و منزلت دل کی خلوت گاہ میں بنتی ہے جب آپ نے دل کا حال بدلنے میں محنت نہ کی۔ پوری کوشش ظاہر کو سنوارنے کی تو اعمال صالح اور قرب الٰہی کی طرف جانے کی جتنی کاوش تھی اس کی پہلی بنیاد خراب ہو گئی۔ اس لیے آقا علیہ السلام نے فرمایا:

انما الاعمال بالنیات۔

اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

اور نیت کا تعلق آپ کے جسمانی اعضاء کے ساتھ نہیں نیت کا تعلق آپ کے دل سے ہے۔ نیت کا محل قلب ہے آپ دلوں کے باب میں جیسا سوچتے ہیں وہ سوچ کسی کو نظر نہیں آتی۔ آپ ہاتھ سے چھو نہیں سکتے کوئی دیکھ کے نہیں کہہ سکتا بری نیت ہے کہ اچھی نیت ہے۔ نہ وہ محسوس ہوتی ہے نہ اس کی کوئی تپش ہے نہ ٹھنڈک ہے نہ کان سے سنائی دیتی ہے نہ ہاتھ سے چھوئی جا سکتی ہے۔

نیت آپ کے قلب اور دماغ کے اندر ایک کیفیت ہے ایک ارادہ ہے۔ ایک خیال ہے، ایک خواہش ہے وہ چھپی ہوئی ہے وہ خود خلوت ہے اور آقا علیہ السلام نے فرمایا وہ سارے اعمال جو دکھائی دیتے ہیں جن کا آپ ارتکاب کرتے ہیں ان کی قبولیت کا مدار اس نیت پر ہے جو دکھائی دیتا ہے۔ عمل کی قبولیت کا مدار اس شے پر ہے جو دکھائی نہیں دیتی جو باطن میں ہے۔ اپنی نیتوں کی اصلاح کریں قلبی تصورات کی اصلاح کریں اپنے اندر کے خیالات کی اصلاح کریں۔ باہر کے سارے اعمال ختم کر دیئے جائیں گے۔ اگر ان کے پیچھے نیتیں نور کے ساتھ مضبوط نہیں ہیں اگر بنیاد خراب ہو جائے اوپر جتنی تعمیر کر لیں۔ قابل اعتماد نہیں ہوتی وہ گر جاتی ہے۔

آپ اس گھر کی بنیاد کو مضبوط کرنا چاہتے ہیں اس لیے اعمال سیرت و کردار نیکیاں اطاعتیں ان سب کی بنیاد خشت اول نیت قلب کی کیفیت اور دل و باطن کا حال ہے۔ اگر بنیاد مضبوط ہو اور تعمیر میں بعد میں کوئی نقص بھی آجائے اس کی تلافی ہو سکتی ہے، کھڑکی میں نقص آجائے گا دیوار میں نقص آجائے گا، اوپر چھت کے کناروں میں کوئی نقص آجائے گا، چنائی میں تعمیر میں جہاں بھی نقص آجائے اس کا ازالہ ہو سکتا ہے، تلافی ہو سکتی ہے۔ چند اینٹیں ہٹائیں پتھر ہٹائیں دوبارہ تعمیر کر لیا مگر بنیاد خراب ہو جائے اس کا ازالہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اپنے اعمال کی بنیاد خالصتاً لوجہ اللہ، اللہ کے اخلاص پر رکھو اور اللہ کے اخلاص کے بغیر جو عمل بھی کریں گے اور عمل کی جتنی بڑی عمارت کھڑی کریں گے وہ کام نہیں آئے گی۔

وہ کیوں نہیں آئے گی چونکہ اخلاص نہیں ہے تو پھر عمل کی عمارت کا دوسرا نام بدل جاتا ہے اس کو ریاء کہتے ہیں جس عمل میں اخلاص نہ رہا۔ نیت کے اندر للہیت نہ رہی خواہ آپ عبادت کر لیں نماز پڑھ لیں اس میں خالصتاً للہیت نہیں ہے اس میں مخلوق کا خیال آگیا تو اس کا نام ریاء رکھ دیا جاتا ہے۔ اس طرح انسان کا انسان کے ساتھ کوئی بھلائی کا عمل ہو اس میں اللہ کے علاوہ کسی اور کا خیال آگیا تو اس کا نام تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

قیامت کے دن اللہ رب العزت ایک عالم کو کھڑا کریں گے ایک امیر تاجر کو کھڑا کریں گے ایک شہید کو ایک غازی کو کھڑا کریں گے عالم سے پوچھیں گے تو نے میرے لیے کیا کیا؟ وہ کہے گا باری تعالیٰ میں نے تیری خاطر علم حاصل کیا۔ میں عالم دین بنا۔ میں نے تیرے دین کے علم کو پھیلایا۔ پوری عمر دین کی خدمت کی۔ اللہ رب العزت نے فرمایا حدیث قدسی ہے اللہ پاک فرمائیں گے تو نے جھوٹ بولا تو نے میرے دین کا علم اس لیے پھیلایا کہ لوگ تجھے عالم جانے، تیری عزت کریں تیری تکریم کریں۔ اپنے نفس کے لیے کیا جو تو چاہتا تھا وہ تجھے مل گیا فرشتوں کو حکم ہو گا۔ لے جاؤ اس ریاکار کو جہنم میں ڈال دو۔

پھر تاجر کھڑا ہو گا اس سے پوچھا جائے گا تو نے میرے لیے کیا کیا وہ کہے گا باری تعالیٰ! میں نے کما کر غریبوں پر اتنا خرچ کیا یتیموں پر اتنا رشتہ داروں پر اتنا سوسائٹی پر پروجیکٹ کیے مدرسے بنائے، مسجدیں بنائیں یہ سن کر اللہ پاک فرمائے گا تو جھوٹ بولتا ہے تو نے سارا کچھ اس لیے کیا۔ لوگ تجھے سخی جانے۔ پورے معاشرے میں تیری عزت ہو، تیری تکریم ہو، ٹیکس کی چھوٹ

ملے۔ مطلب یہ کہ تم نے ان مفادات کے لیے کیا جو تو چاہتا تھا مل گیا۔ آج کے لیے تیرا کچھ نہیں بچا۔ حکم ہو گا اس ریاکار کو اٹھاؤ اور جہنم میں لے جاؤ۔ ایک جان دینے والا۔ دنیا جس کو شہید کہتی ہے اس کو اٹھایا جائے گا تو نے میرے لیے کیا کیا وہ کہے گا باری تعالیٰ میں نے تیرے دین کا نام بلند کرنے کے لیے وطن کی حفاظت کے لیے میں نے جنگ لڑی حتی کہ میں نے جان دے دی۔ اللہ پاک فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو نے جنگ اس لیے لڑی شاید بچ کے آگیا غازی ہوں گا، تو میڈل ملیں گے، تمغے ملیں گے، زمینیں ملیں گی، پلاٹ ملیں گے، مفادات ہوں گے اور بڑی شہرت ہو گی ترقی ہو گی۔ تیری موت واقع ہو گئی۔ فرمایا جائے گا اس ریاکار کو جہنم میں پھینک دو۔ وہ عمل جو دیکھنے میں نیک عمل دکھائی دیتا ہے جو نیک عمل کی ماہیت کو تبدیل کر رہی ہے وہ نظر نہیں آتی لیکن صاحب نیت کو پتہ ہے کہ میری نیت کے اندر کیا کیا پوشیدہ ہے۔ ہم عبادت اور نیکی اللہ کے لیے کر رہے ہوتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ کچھ اور نیت بھی ہوتی ہے ہم نے خالق و مخلوق کو ملا رکھا ہوتا ہے۔

ہم کچھ خالص مخلوق کے لیے کرتے، کچھ خالص اللہ کے لیے کرتے ہیں، کچھ اللہ و مخلوق دونوں کے لیے کرتے ہیں اس کو چیک کرنے کا ایک طریقہ ہے۔ اگر کوئی آپ کو اہمیت نہ دے تو آپ تنگی محسوس کرتے ہیں جس سے فوری پتہ چل جاتا ہے۔ یہ کام آپ نے اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں کیا۔ اگر اللہ کے لیے کیا ہوتا تو تنگی محسوس نہ کرتے۔ یہ عمل بتا رہا ہے کہ عمل خالصتاً لوجہ اللہ نہیں تھا۔ اس سے نکلیں کچھ لوگ نکل چکے ہوں گے۔ مخلوق کو خالق کے درمیان سے نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کے درمیان جنگ لڑو۔ عبادت اگر اخلاص سے خالی ہو جائے تو اس کا نام ریا ہے۔ ریاکار کے صرف کپڑے صاف ہوتے ہیں اس کا دل نجس ہوتا ہے، ریاکار اپنی نیت کو سمجھنے کو تیار نہیں۔ ریاکار اپنے ظاہر کو آباد کرتا ہے۔ اسے نہیں معلوم اس کا باطن ویران ہو چکا ہے جو ریا کا لباس ہم نے اوڑھ رکھا ہے۔ تہیہ کریں کہ اس لباس کو اتار دیں جب یہ اتر جائے گا تو اللہ رب العزت اپنی قدرت و نعمت کے لحاظ سے اخلاص کا نیا لباس عطا فرمائے گا۔ وہ لباس حقیقی اطاعت و زہد ورع کا ہو گا۔ اس لباس کا اترنا گویا نفس پرستی و دنیا پرستی کا لباس اترنا ہے۔

جب آخرت کا لباس پہنیں گے تو اللہ کے حضور جانے کے قابل ہوں گے جب اللہ کے حضور پیش ہونے کی تیاری کریں گے تو اللہ آپ کو وہ لباس دے گا۔ حسن و خوبصورتی بھی دے گا۔ وہ طاقت و قدرت اور نعمت بھی دے گا۔ ساری ہمتیں جمع کر کے آپ کو مضبوط و مستحکم کرے گا پھر سارا جہاں آپ کو نقصان پہنچانا چاہیے تو نہیں پہنچا سکے گا۔ نقصان اسی کا ہوتا ہے جو لوگوں سے فائدے کی امید رکھتا ہے جب لوگوں سے فائدے کی امید ختم ہو گئی تو آپ اللہ کے ہاتھوں میں چلے گے جب لوگوں کے تعلق سے فنا ہوتے ہیں تب اللہ تعالیٰ اپنے تعلق میں بقاء عطا فرماتا ہے۔ یہ تعلق ہو تو آخرت میں جائے بغیر آپ کو رسم آخرت مل جاتا ہے۔

اولیاء اللہ رہتے دنیا میں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی میں ان کو حسن آخرت عطا کر دیا تھا۔ یہ حسن آخرت ہے کہ اگر شفاعت کریں گے تو ان کی شفاعت مانی جائے گی۔ ان کی تقریب ہو گی۔ ملائکہ گروہ در گروہ ان کو لے کر آئیں گے ان کو تختوں پر بٹھائیں گے۔ یہ عزت و شان و شوکت حسن آخرت ہے۔

اس لیے پوری زندگی اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے ظاہر و باطن میں، معصیت نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ کی موافقت کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ قرآن سمجھنا اور پڑھنا چاہیے۔ پھر قرآن سے ادب زندگی سیکھنا چاہیے۔

جو قرآنی ادب کو سیکھ لیتا ہے اللہ پاک اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ سنت نبوی و سیرت طیبہ سیکھو۔ قرآنی آیات کی کیفیات آپ کی حالت بن جائے۔ سنت نبوی سے تفکر و تدبر سیکھو۔ اپنے معاملات آقا علیہ السلام کی مطابقت میں رکھیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ماتحت رہیں۔ ابدال کو اس لیے ابدال کہتے ہیں کہ وہ اپنے ارادے کو اللہ کے ارادے سے بدل دیتا ہے۔ ایسا کرنے سے سچے طالبان حق بن جائیں گے۔ جب اللہ کو محبوب بنا لیا جائے تو اس کے ہوتے ہوئے کسی کی طلب و خواہش نہیں رہتی۔ ہم ہر حرص کی طلب رکھتے ہیں، طالبان دنیا زیادہ ہوتے ہیں اور طالبان آخرت قلیل ہوتے ہیں اور مزید یہ کہ ان میں سے اللہ کے طالب ان سے بھی قلیل ہوتے ہیں۔

پہلے زمانے میں بھی ہوں گے اور آخری زمانے بھی ہوں گے۔ فرعون جو خدائی دعویٰ کرتا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کو ان کی طرف بھیجا تو فرمایا اس سے نرمی سے بات کرنا۔ شاید وہ میری طرف آجائے یا میرا خوف اس کو مل جائے جو اپنے آپ کو انا رب کم الاعلیٰ کہتا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ مگر جو ہر نماز میں سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہیں جو مولا کو اعلیٰ کہیں ان پر اللہ کی اپنی رحمت کا عالم کیا ہوگا۔ اس کو اپنے قریب لانے کے لیے اللہ تعالیٰ کتنا خیال رکھتا ہوگا۔ اس دن ہر ایک کا ٹائیٹل ہوگا سارے پردے اٹھ جائیں گے۔ یہ بھی دیکھا جائے گا جس کا کھانا حلال تھا۔ جس کا کھانا مشکوک تھا۔ ایک ایک چیز کا فرق کیا جائے گا۔ ملائکہ دیکھیں گے اس کی خواب گاہ دنیا تھی یا آخرت تھی۔ قرب الٰہی کا طالب تھا یا قرب دنیا کا طالب تھا۔ یہ کون شخص ہے اس کا دوست کون ہے۔ خلوت میں اس کا ہم نشین کون ہے پہنچائیں جائیں گے۔ جھوٹا ہے یا سچا ہے پہچانا جائے گا۔ اس کا ساتھی شیطان ہے کہ رحمن ہے۔ اس کی خواہشات آخرت کے لیے تھی یا دنیا کے لیے تھی۔ اس کے دوست شیطان جن وانس ہیں۔ یا اولیاء اللہ ہیں اس کی صحبت کیا تھی؟ ہم نشین کون تھا۔ سب پہچانے جائیں گے۔ ان ساری چیزوں نے آخرت کے مقام کو متعین کرنا ہے۔ جب ساری چیزیں سمجھ میں آجائیں تو اپنے آپ کو بدل لینے میں دیر نہ کریں۔

رفاقت کیا ہے؟ اصل تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رفاقت نصیب ہو جائے۔ منہاج القرآن کو اس نوکری کے لیے مخصوص کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رفاقت نصیب ہو جائے۔ قرآن مجید میں فرمایا ہے جو اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں اللہ پاک انہیں نبیین صدیقین، شہداء صالحین کی رفاقت نصیب کرتا ہے۔ جن کو یہ معیت نصیب ہو جائے وہ کتنے اچھے رفیق ہیں۔ اس معیت کے قابل بنو ورنہ خالی فارم فل کر کے منہاج القرآن کے رفیق بن جانا یہ ٹائیٹل کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا۔ کلمے سے بڑھ کر کسی کی ممبر شپ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ آقا علیہ السلام کا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ہے۔ کیا اس کلمے سے بڑھ کر بھی کوئی رفاقت کائنات میں ہے؟

باقی رفاقتیں تو چھوٹی رفاقتیں ہیں۔ اگر آپ خود نہ بدلے تو رفاقت فارم کام نہیں آئے گا۔ رفاقت کا مطلب ہے اپنی حقیقی رفاقت و صحبت کو بدل لیں۔ آج کا دن ہے زمین کے اوپر ہیں اچانک کل کا دن آئے گا۔ لوگ ڈھونڈیں گے آپ زمین پر نظر نہیں آئیں گے۔ تب زندگی بدلنے کے مواقع ختم ہوں گے۔

پتھر کی طرح نہ بنیں جتنا سنایا جائے پھر بھی نرم نہ ہوں۔ قرآن جتنا پڑھا جائے ایک لمحہ کے بعد بے اثر ہو جائے۔ ایسے بنیں کہ دائمی عبرت حاصل ہو۔ اپنے اعمال کو صالح کرنے والے بن جائیں، ایسے بن جائیں جہاں خیر کی بات ہو اور لے کر اٹھیں جو کچھ بھی کریں ہمیشہ آخرت کو مقدم رکھیں۔ دنیا کو مقدم رکھنے والا شخص ہمیشہ خسارے میں رہتا ہے۔ دولت مندی یہ ہے کہ دولت مند بننے کی حوص نہ رہے۔ قلب کی بے نیازی تمام بیماریوں کا علاج کر دیتی ہے۔ عرفاء کہتے ہیں: طالبان مولا کی بھی قسمیں ہیں ایک صرف اللہ کا طلبگار ہونا، اگر کوئی خواہش کرے کہ میں واصل باللہ بن جاؤں۔ یہ خواہش کرنا بھی غیر کی خواہش ہے۔ سوائے مولا کے کسی چیز کی حوص نہیں ہوتی۔ رفتہ رفتہ بڑھتے جاتے ہیں یہ اس کے لیے آسان ہوتا ہے جو اپنے دل میں اللہ کو ایک جانتا ہے۔ اللہ کی رضا بدن اور زبان سے نہیں ہوتی یہ قلب سے ہوتی ہے۔ زہد و تقویٰ بھی دل سے ہوتا ہے۔

ہماری ساری سوچیں ہمیں مخلوق کی طرف کھینچتی ہیں۔ ہماری فکر کا محور خلق ہے جو جتنے قدم مخلوق کی طرف چلے گا اتنے قدم دل اللہ سے دور ہوتا چلا جائے گا۔ اس لیے اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔ سب سے اچھی صحبت قرآن کی صحبت ہے۔ قرآن کو ترجمہ کے ساتھ پڑھیں۔ اگر قرآن کی صحبت میں جم جائیں تو وہ آپ اللہ کی بارگاہ میں لا کر کھڑا کر دے گا۔ پھر سنت مبارکہ اور حدیث کی صحبت ہے۔ صحبت کا مطلب ہے جڑ جائیں۔ ہر عمل آقا علیہ السلام کی فکر کے مطابق ہو۔ آقا علیہ السلام کی سنت کی صحبت اختیار کریں وہ آپ کو آقا علیہ السلام کی صحبت میں لا کر کھڑا کر دیتی ہے کیونکہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت اپنے بندوں پر ہمیشہ قائم رہتی ہے۔

حج ایک عظیم عبادت، مقدس دینی فریضہ اور ارکانِ اسلام میں سے ایک اہم رکن ہے۔ حج کے لفظی معنی ''قصد و ارادہ'' کے ہیں۔ اسلام میں یہ لفظ ربِ ذوالجلال کے مقدس گھر کعبۃ اللہ کے قصد و ارادے کے لیے استعمال ہوتا ہے تاکہ مکہ مکرمہ جا کر بیت اللہ کا طواف اور مقاماتِ مقدسہ پر حاضر ہو کر مناسکِ حج ادا کیے جائیں۔ حج ہر اس مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے جو اس کی استطاعت و طاقت رکھتا ہو۔ ارشادِ ربِ جلیل ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔ (آل عمران، ۳: ۹۷)

'' اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج فرض ہے جو بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔''

بیت الحرام جو شعائرِ اسلامی کی بقا کا ضامن ہے قرآن کریم نے اس کی فضیلت اس طرح بیان فرمائی ہے:

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ۔ (المائدۃ، ۵: ۹۷)

'' اللہ نے عزت (و ادب) والے گھر کعبہ کو لوگوں کے (دینی و دنیوی امور میں) قیام (امن) کا باعث بنا دیا ہے۔''

یہ مرکزِ یقین و مرکز مراد امت مسلمہ کے دینی تشخص اور اجتماعی وحدت کی شیرازہ بندی میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا۔ (البقرہ، ۲: ۱۲۵)

'' اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کے لیے رجوع (اور اجتماع) کا مرکز اور جائے امان بنا دیا۔''

روایات کے مطابق بیت اللہ کی اولین تعمیر حضرت آدم علیہ السلام نے فرمائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور تک یہاں صرف ایک ٹیلے کی صورت میں ایک نشان باقی رہ گیا تھا۔ پھر حضرت ابراہیم اور اسماعیل نے بیت اللہ کی بنیادیں بلند فرمائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ (الحج، ۲۲: ۲۶)

'' اور (وہ وقت یاد کیجیے) جب ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کے لیے بیت اللہ (یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر) کی جگہ کا تعین کر دیا (اور انہیں حکم فرمایا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو (تعمیر کرنے کے بعد) طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک و صاف رکھنا۔''

یہ اسی خانہ کعبہ اور اس کے حج کی برکت تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر نبی ﷺ کے زمانہ تک اڑھائی ہزار برس کی مدت میں عربوں کو ایک مرکز وحدت حاصل رہا۔ جس نے ان کی عربیت کو قبائلیت میں بالکل گم ہونے سے بچائے رکھا اس کے مرکز سے وابستہ ہونے اور حج کے لیے ہر

سال ملک کے تمام حصوں سے آتے رہنے کی بدولت ان کی زبان ایک ہی رہی۔ ان کی تہذیب ایک ہی رہی۔ ان کے اندر عرب ہونے کا احساس باقی رہا۔ ان کو خیالات، معلومات اور تمدنی طریقوں کی اشاعت کے مواقع ملتے رہے۔ پھر یہ بھی اسی حج کی برکت تھی کہ عرب کی عام بدامنی میں کم از کم چار مہینے ایسے امن کے میسر آجاتے تھے جن میں ملک کے ہر حصے کا آدمی سفر کر سکتا تھا اور تجارتی قافلے بھی بخیریت گزر سکتے تھے۔ اس لیے عرب کی معاشی زندگی کے لیے بھی حج ایک رحمت تھا۔

دراصل بیت اللہ وہ مرکز امن و سلامتی ہے جہاں مسجد حرام اور اس کے ارد گرد کے وسیع علاقے کو حرم قرار دیا گیا ہے۔ یہاں نہ جنگ کرنا جائز ہے اور نہ کسی جانور یا انسان کا خون بہایا جا سکتا ہے۔ کعبۃ اللہ کی اس حرمت نے اسے دینی و دنیاوی فیوض و برکات کی جاہ بنادیا ہے۔ زائرین کے قافلے تمام سال اور خاص طور پر ایام حج میں کسی ڈر اور خوف کے بغیر اس مقامِ رشد و مسکن ہدایت کی طرف رواں دواں رہتے ہیں۔ عرشِ عظیم کا رب لاکھوں فرزندانِ توحید کو اپنے آغوشِ سلامتی اس طرح رکھ لیتا ہے کہ دنیا اس کے جاہ و جلال اور بندوں کی بے لوث عبدیت کے نظاروں پر محو حیرت رہتی ہے۔ بیت اللہ کی امن و سلامتی کا ذکر کرتے ہوئے ارشادِ ربانی ہے:

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ط وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ط وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىِٕفِیْنَ وَالْعٰكِفِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ (البقرہ، ۲: ۱۲۵)

”اور (یاد کرو) جب ہم نے اس گھر (خانہ کعبہ) کو لوگوں کے لیے رجوع (اور اجتماع) کا مرکز اور جائے امان بنا دیا، اور (حکم دیا کہ) ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقامِ نماز بنا لو، اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) کو تاکید فرمائی کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک (صاف) کر دو۔“

اس آیت مبارکہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حج کے بیشتر مناسک مثلاً طوافِ کعبہ رکوع و سجود و اعتکاف اور اس کے علاوہ مقام ابراہیمی، چاہ زمزم اور سعی کوہ صفا و مروہ دراصل سنتِ ابراہیمی سے ہی مستعار لیے گئے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محمد رسول اللہ ﷺ کے دور تک آتے آتے حج و عمرہ میں جو مشرکانہ عقائد و رسومات شامل ہو چکے تھے محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں ان کا خاتمہ کیا اور 10 ہجری کو وہ تاریخی حج مبرور ادا کیا جس میں مسلمانوں کو سنتِ ابراہیمی اور حج کے اسلامی مناسک کی تعلیم دی۔ یہ حضور ﷺ کا پہلا اور آخری حج تھا۔ اسی لیے اسے ”حجۃ الوداع“ کہا جاتا ہے اور ابلاغِ اسلام کی بنا پر ”حج الاسلام“ اور ”حج البلاغ“ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے

دراصل قرآن حکیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو مومنین کے لیے ایک مثال کی حیثیت سے پیش کرتا ہے کہ اسی میں حج کی تعلیمات کا نچوڑ بھی ہے اور درس بھی پوشیدہ و پنہاں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عشقِ الٰہی نے وہ بلند حوصلہ عطا کیا کہ بقول اقبال بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق۔ ان کے اسی عشق و جنوں کے صدقے اللہ رب العزت نے دہکتی ہوئی آگ کے شعلوں کو ٹھنڈا فرمادیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام حکم ربی کی تکریم میں بے آب و گیاہ صحرا میں طویل اور کٹھن مسافت کے بعد شریک حیات بی بی حاجرہ اور پیرانہ سالی میں حاصل اولاد شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایمان و یقین کے سائبان میں مکے کی وادی غیر ذی زرع میں تنہا چھوڑ کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ آخر آپ کی شفقتِ پدری حکم ربانی کی تعمیل میں سرخرو قرار پاتی ہے۔ صحرا میں شیر خوار بچے کی شدتِ پیاس اسے ایڑیاں رگڑنے پر مجبور کرتی ہے جو ماں کے لیے ناقابل برداشت ہوتا ہے اور وہ پانی کی تلاش میں کوہ صفا اور کوہ مروہ کے

درمیان سعی کرتی ہے۔ مامتا کی اس تڑپ اور والہانہ محبت پر رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے اور معصوم بچے کی ایڑیوں تلے ایسے پانی کا چشمہ جاری ہو جاتا ہے جو آج دن تک غذا بھی ہے، دوا بھی ہے اور شفا بھی ہے۔ یہی آب زم زم شفاعتِ الٰہی میں کوثر و سلسبیل کے مماثل قرار پاتا ہے اور اس گھرانے کا عہد وفا رب العزت کو اس قدر عزیز ٹھہرتا ہے کہ قیامت تک صفا و مروہ کے درمیان سعی حج کا لازمی رکن قرار پاتی ہے۔

دراصل بیت اللہ وہ مرکز امن و سلامتی ہے جہاں مسجد حرام اور اس کے ارد گرد کے وسیع علاقے کو حرم قرار دیا گیا ہے۔ یہاں نہ جنگ کرنا جائز ہے اور نہ کسی جانور یا انسان کا خون بہایا جاسکتا ہے۔ کعبۃ اللہ کی اس حرمت نے اسے دینی و دنیاوی فیوض و برکات کی جاہ بنا دیا ہے۔ زائرین کے قافلے تمام سال اور خاص طور پر ایام حج میں کسی ڈر اور خوف کے بغیر اس مقامِ رشد و مسکن ہدایت کی طرف رواں دواں رہتے ہیں

اطاعت و رضا کے پیکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سخت ترین آزمائش اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بارہ تیرہ برس کے ہو جاتے ہیں۔ آپ کو مسلسل تین رات خواب میں حکم ہوتا ہے کہ اپنی عزیز ترین متاع راہ خدا میں قربان کر دو۔ جنابِ خلیل اللہ نے یہ حکم ربی اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بتایا تو عزیمت و استقامت کے اس پیکر نے فوراً سر تسلیم خم کرتے ہوئے خود کو اس عظیم قربانی کے لیے پیش کر دیا اور فرمایا کہ آپ اللہ تعالیٰ کا حکم بجا لائیے کہ آپ مجھے صابروں میں پائیں گے۔ آج دنیا بھر کے بیٹوں کے لیے یہ سعادت مندی ایک عظیم مثال ہے۔ تسلیم و رضا کی اس کیفیت کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے:

یہ فیضانِ نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

خلیل اللہ نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل زمین پر لٹایا مگر کوشش کے باوجود چھری نہ چلی کیونکہ اللہ رب العزت کو اسماعیل علیہ السلام کی قربانی مقصود نہ تھی بلکہ دنیا کو اپنے خلیل کا جذبہ ایمان و اطاعت دکھانا مقصود تھا۔ چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ بہشت سے ایک مینڈھا بھیجا گیا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذبح فرمایا۔ مسلمان تسلیم و رضا کے اس عظیم واقعہ کی یاد میں حج اور قربانی کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام و حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا جذبہ خالقِ کائنات کو اس قدر پسند آیا کہ ہر سال 10 ذی الحج کو صاحبِ استطاعت اہل ایمان کے لیے قربانی کی عبادت لازمی قرار دی گئی ہے اور اسے حج کا رکن بنایا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے محمد رسول اللہ ﷺ کے دور تک آتے آتے حج و عمرہ میں جو مشرکانہ عقائد و رسومات شامل ہو چکے تھے محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں ان کا خاتمہ کیا اور 10 ہجری کو وہ تاریخی حج مبرور ادا کیا جس میں مسلمانوں کو سنتِ ابراہیمی اور حج کے اسلامی مناسک کی تعلیم دی۔ یہ حضور ﷺ کا پہلا اور آخری حج تھا۔ اسی لیے اسے ”حجۃ الوداع“ کہا جاتا ہے اور ابلاغِ اسلام کی بنا پر ”حج الاسلام“ اور ”حج البلاغ“ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ حج کی حکمت بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جس شخص نے اس گھر کا حج کیا اور جنسی باتوں میں انہماک اور نافرمانی سے اجتناب کیا وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو گیا جیسا کہ وہ اس دن تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا۔“
(صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”حج کو آنے والے اللہ تعالیٰ کے معزز مہمان ہیں۔ اگر وہ

اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور اگر وہ گناہوں کی مغفرت طلب کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخش دے گا۔“ (سنن ابن ماجہ)

الغرض حج اسلام کا وہ بنیادی رکن اور عبادت کا اہم جزو ہے جو حکم ربی کے مطابق نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کے اسوہ حسنہ اور دینی تعلیمات کی عملی تفسیر ہے۔ ہر سال ذوالحجہ کے ابتدائی عشرہ میں حج کا عظیم اجتماع اسلام کی عالمگیر تحریک کا مظہر ہے۔ یہاں آنے والے تمام افراد رنگ و نسل، گورے کالے، عربی عجمی، سرخ و سفید، تمام گروہی و قبائلی امتیازات سے بالاتر ہو کر اخوت واتحاد اور اجتماعیت وانسانی مساوات کا عملی نمونہ پیش کرتے ہیں۔حج کے اجتماع میں اسلامی اتحاد و یگانگت کی وہ عظیم شان کارفرما نظر آتی ہے جو نہ اس سے پہلے تاریخ مذاہب نے دیکھی اور نہ اس کے بعد اقوام عالم میں اس انداز واطوار سے نظر آئی ہے۔ دنیا کے گوشے گوشے سے ہر رنگ، ہر نسل، ہر زبان اور ہر قومیت کے لاکھوں فرزندانِ توحید ظاہری شان و شوکت، لباس فاخرانہ سے بے نیاز، تصنع و بناوٹ، جاذب و حسین رنگوں سے مبرا سفید لباس یعنی احرام میں ملبوس فرمانِ الٰہی کی تکمیل میں مناسکِ حج میں مصروف نظر آتے ہیں مکے کی فضا تلبیہ کے ورد سے گونجتی ہے۔

دراصل قرآن حکیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو مومنین کے لیے ایک مثال کی حیثیت سے پیش کرتا ہے کہ اسی میں حج کی تعلیمات کا نچوڑ بھی ہے اور درس بھی پوشیدہ وپنہاں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عشقِ الٰہی نے وہ بلند حوصلہ عطا کیا کہ بقول اقبال بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق۔ ان کے اسی عشق وجنوں کے صدقے اللہ رب العزت نے دہکتی ہوئی آگ کے شعلوں کو ٹھنڈا فرما دیا

”لبیك اللهم لبیك، لبیك لا شریك لك لبیك۔ ان الحمد والنعمة لك والملك لاشریك لك“۔

”میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ سب خوبیاں اور سب نعمتیں تیری ہی ہیں اور سلطنت تیری ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔“

حج کا یہ مقدس ترانہ اعتراف بندگی بھی ہے اور رب العزت سے عہد وپیماں کا اقرار بھی ہے کہ اے دونوں جہانوں کے مالک ہم تیرے ہر حکم پر لبیک کہتے ہیں ہم تیری نعمتوں کے شکر گزار اور شان کبریائی سے آشنا ہیں۔ تیرے حکم اور تیرے نبی آخرالزماں کے سکھائے ہوئے مناسکِ حج پر عمل پیرا ہوتے ہوئے حج کو ایک جامع اجتماعی عبادت کے طور پر ادا کریں گے۔

میقات شریف پر احرام باندھنا، طوافِ کعبہ، سعی صفا و مروہ، وقوفِ عرفات، مزدلفہ منیٰ اور طوافِ زیارت اور پھر منیٰ، رمی، جمرات اور طوافِ وداع گویا حرام پہننے سے سنت ابراہیمی کی ادائیگی تک تمام مناسکِ حج میں گہرا فلسفہ اور پیغام پوشیدہ ہے۔ سنتِ ابراہیمی کی ادائیگی کا مقصد نفس اور انا کی قربانی ہے۔ اللہ کی راہ میں خود پرستی اور خود پسندی کے بچھڑے کی قربانی ہے۔ کسی دنیاوی طلب اور تقاضے کے بغیر اللہ کی راہ میں دیوانہ وار مشقت کے ایام گزارنا اللہ تعالیٰ کے حضور بندے کی عجزو انکساری کا اعتراف ہے۔ طوافِ کعبہ رب عرشِ عظیم کے گھر کو مرکز نگاہ اور منزل مراد قرار دینے کا نام ہے۔ سعی صفاو مروہ جو شعائرِ اسلام میں حضرت ہاجرہ کے اسوہ کی پیروی اور ماں کے عظیم جذبے کو سلام پیش کرنے کی جسارت ہے۔ مزدلفہ، منیٰ اور عرفات کے میدانوں میں کھلے آسمان تلے ایام عسرت گزارنے کا مقصد اللہ کے دین کو سربلند کرنے میں تن من دھن قربان کرنے کا عزم ہے۔ رمی میں شیطانی حربوں سے کنارہ کشی کرتے ہوئے کھلی جنگ کا اعلان ہے۔ گویا حج میں انفرادی اور اجتماعی طور پر عبادات میں خشوع وخضوع کے ذریعے روحانی لطافت کا اہتمام اور تزکیہ قلب ونظر کا سامان کیا جاتا ہے۔

حضرت طاہر علاؤ الدینؒ کے اخلاق واوصاف حمیدہ

حق گوئی آپ کی فطرت ثانیہ تھی

سمیہ اسلام

سید طاہر علاؤ الدین قادری گیلانی تحریک منہاج القرآن کے روحانی سرپرست اعلیٰ اور شیخ عبد القادر جیلانی کی اولاد سے ہیں۔آپ کی ولادت باسعادت 11 جولائی 1933ء بمطابق 18 ربیع الاول 1352ھ کو عراق کے دارالحکومت اور انوار و تجلیات غوثِ صمدانی کے مرکز بغداد، حرم دیوان خانہ قادریہ میں ہوئی۔ حضور پیر سیدنا طاہر علاؤالدین حسنی اور حسینی سید تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب 16 واسطوں کے بعد حضور سیدنا غوث اعظمؓ سے اور 28 واسطوں کے بعد حضور اکرم ﷺ سے جاملتا ہے جبکہ آپ کا سلسلہ طریقت 19 واسطوں کے بعد سیدنا غوث الاعظمؓ تک اور 35 واسطوں کے بعد سید دو عالم حضور نبی اکرم ﷺ سے جاملتا ہے۔

> کسی سے بھی بات کرتے تو اس کی عزتِ نفس مجروح نہ ہونے دیتے۔ ہمیشہ آپ کہہ کر مخاطب کرتے کبھی تو اور تم کے الفاظ استعمال نہیں کیا۔آپ کے دل میں دین اسلام ، شریعت محمدی اور ناموسِ رسالت کی بے پناہ غیرت اور حمیت موجود تھی۔اطاعت، حق ، تقویٰ، پرہیز گاری، پابندیٔ شریعت،اتباعِ سنت اور حق پر ثابت قدمی کے کوہ گراں تھے۔آپ کی پوری زندگی سنت رسول ﷺ کی متابعت میں تھی۔آپ کی پوری حیات طیبہ حق پر استقامت کی آئینہ دار تھی

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم مسجد سلطان میں اور مدرسہ دربار غوثیہ میں تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم کے علاوہ دیگر علوم و فنون میں کمال درجہ کی مہارت حاصل کی۔ روحانی تربیت و فیض کے باب میں سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا پورا خاندان اوراس کے نامور مشائخ ونقباء شہرہ آفاق حیثیت کے حامل تھے اس لئے کہ فیضان کا اصل مرکز اور سرچشمہ ان کے جد امجد حضور غوث الاعظم رحمۃاللہ علیہ کی ذات گرامی تھا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے کسب فیض اپنے والد ماجد حضرت سیدنا شیخ محمود حسام الدین الگیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے کیااور انہی کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ وہ نقیب الاشراف اور خاندان گیلانیہ کی سب سے عظیم اور ممتاز شخصیت تھے۔ وہ دربار غوثیہ کے متولی، نقیب الاشراف اور اپنے عہد میں خاندان گیلانیہ کی سب سے عظیم شخصیت تھے۔انہیں ان کے والد بزرگوار قطب الاقطاب حضرت سیدنا شیخ عبدالرحمن النقیبؒ نے اپنی زندگی میں ہی نقیب الاشراف کی اہم ذمہ داری سے سرفراز کردیا تھا۔ یہی وہ ہستی ہے جسے حضور سیدنا غوث الاعظمؓ نے روحانی طور پر براہ راست اپنی خلافت سے نوازا تھااور اس عہد کے بیشتر اولیاء کرام نے اس امر کی تصدیق کی تھی۔ پورا عالمِ اسلام آپؒ کی علمی و روحانی اور سیاسی بصیرت کا معترف تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے فرزند ارجمند کی خصوصی تربیت کی اور خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ اپنے والد گرامی کے علاوہ بھی آپؒ نے بغداد شریف کے کئی مشائخ

سے اکتسابِ فیض کیا۔ حضور قدوۃ الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ نہایت پاک سیرت، اتباع شریعت، طریقت و معرفت اور حسن خلق میں اپنی نظیر آپ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نگاہ فیض اثر نے لاکھوں کی تقدیریں بدل کے رکھ دیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات نے جہان موتی کو زندہ کر دیا۔

حضور قدوۃ الاولیاء مسلمانان پاک و ہند بالخصوص اور مسلمانان عالم کی روحانی تربیت اور سلسلہ قادریہ کی ترویج و اشاعت کے لئے سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر پاکستان تشریف لائے اور غوث صمدانی نے کشور ولایت سپرد کرتے ہوئے آپ کو حضور داتا گنج بخش علی الہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لاہور بھیجا اور آپ مزار کے اس مقام پر چند دنوں کے لئے چلہ کش ہوئے جہاں حضرت خواجہ اجمیر رحمۃ اللہ علیہ ولایت ہند سونپے جانے سے قبل چلہ کش ہوئے تھے۔ احاطہ مزار میں چند دن فروکش ہونے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تقرری کا حکم نامہ جاری ہوا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کوئٹہ (بلوچستان) کو اپنا روحانی مستقر بنانے کا اشارہ ملا اور یہیں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ 1967ء میں آپ کی شادی خان آف قلات میر احمد یار خان کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپ کے تین بیٹے سیدنا محمود محی الدین الگیلانی، سیدنا عبد القادر جمال الگیلانی، سیدنا ضیاء الدین الگیلانی ہیں۔

حضور سیدنا غوث الاعظمؒ کے روحانی حکم پر حضور قدوۃ الاولیاء 1956ء میں پاکستان تشریف لائے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ کو حضور غوث صمدانیؒ نے پاکستان کی اقلیمِ ولایت سپرد کرنے کے لیے لاہور میں حضور سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ بغداد شریف سے سیدھا لاہور تشریف لائے اور چند دنوں کے لیے حضور داتا گنج بخشؒ کے مزار اقدس پر چلہ کش ہوگئے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں حضرت خواجہ اجمیرؒ ولایتِ ہند کی تاجداری کی سپردگی کے لیے چلہ کش ہوئے تھے اور ہر زمانہ میں اکابر و اصاغر سب اولیاء کرام حاضری دیتے رہے۔ حضور قدوۃ الاولیاء کی جوانی کا زمانہ تھا۔ آپ احاطہ مزار میں چند دن خیمہ زن رہے۔ بالآخر یہاں سے تقرری کا حکم نامہ جاری ہوا اور کوئٹہ (صوبہ بلوچستان) میں سکونت اختیار کرنے کا اشارہ ملا۔ آپؒ نے کوئٹہ میں سکونت اختیار فرمائی جو بعد میں مستقل قیام میں بدل گئی۔

> آپ علم کا سمندر تھے۔ علم کے بڑے قدردان تھے چونکہ آپ خود صاحب علم تھے تو علماء کی تکریم فرماتے۔ بڑے بڑے اکابر علماء آپ کی خدمت میں آتے، قدم بوسی کرتے

جس طرح اللہ رب العزت انبیاء و رسل کو علم و معرفت کے سمندروں سے نوازتا رہا ہے اسی طرح وہ اپنے اولیاء کو خصوصی علوم سے بھی نوازتا ہے۔ جسے علم لدنی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسی علم کی جھلک اولیاء و صالحین کی بصیرت و فراست میں نظر آتی ہے۔ علم شریعت ولایت کا خاصہ ہوتا ہے اس کے بغیر ولایت ادھوری رہتی ہے۔ اللہ رب العزت نے سیدنا طاہر علاؤالدینؒ کو بھی اسی علم و معرفت کے خزانے سے نواز رکھا تھا۔ آپؒ مسائل پر ائمہ اربعہ کی آراء سے پوری طرح آگاہ تھے۔ اس کے علاوہ دیگر امہات کتب مثلاً تفاسیر، احادیث اور عقائد پر بھی آپ کی گہری نظر تھی۔ اسی باب میں مرید بامراد حضور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ

''ایک مرتبہ حضور پیر صاحب کی بارگاہ میں حاضر تھا، اس دن کاتب موجود نہیں تھا، آپ کا چونکہ معمول تھا کہ ہر روز کی ڈاک دیکھتے اور وضاحت طلب امور کا جواب بھی دیتے۔ یہاں ایک بات یاد رہے کہ آپ خود لکھنے کی بجائے ہمیشہ املاء کرواتے تھے۔ اس دن آپ نے مجھے حکم دیا۔ ڈاک میں ایک عقیدت مند نے ''قصیدہ روحی'' کے بارے میں پوچھا تھا کہ یہ حضور غوث الاعظم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کیا واقعی یہ آپؓ کا اپنا کلام ہے یا کسی اور کا؟ آپ نے یہ سوال سن کر مجھ سے فرمایا: ''پروفیسر صاحب! آپ کیا بولتا ہے''؟ میں نے ادباً اپنی رائے

محفوظ رکھی اور عرض کیا: حضور جو آپ حکم فرمائیں گے، میری بھی وہی رائے ہوگی۔ آپ نے حسبِ معمول سر جھکا کر تھوڑا توقف فرمایا پھر فرمانے لگے: ”لکھ دو قصیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ہی ہے۔“ ساتھ ہی آپ نے غوث الاعظمؓ کی مشہور سوانح حیات ”بہجۃ الاسرار“ کے حواشی اور تین چار کتب کے حوالے بھی لکھوا دیئے۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اندر جا کر وہ کتب بھی لے آئے اور مجھے دکھا بھی دیں۔ میں آپ کے اس استحضار پر حیران رہ گیا۔“

اسی طرح بے شمار مواقع پر جب بھی فقہی، کلامی یا دیگر ادق علمی مسائل پر آپؒ سے رجوع کیا جاتا، آپ اپنا مختصر، واضح اور دوٹوک موقف سامنے رکھ دیتے۔ اس کے بعد ائمہ اربعہ کی آراء محدثین اور مفسرین کا نقطہ نظر اور دیگر ضروری تفاصیل پر گفتگو فرماتے۔ یوں لگتا جیسے آپ کے سامنے امہات الکتب کھلتی جاتی ہیں اور آپ وہاں سے دیکھ دیکھ کر اپنے موقف میں دلائل دیتے جا رہے ہیں۔ دراصل اولیاء اللہ کی اکثریت کو اللہ تعالیٰ ایسے لدنی اور وہبی علوم عطا فرماتا ہے کہ ان کے سامنے علومِ ظاہری کے مجتہد اور فقیہانِ عصر تاب نہیں لا سکتے۔ عرفاء کاملین کے سامنے کتابی علوم ہاتھ باندھے کھڑے ہوتے ہیں۔

ولی وہ ہوتا ہے جس کے اوصاف و اخلاق حسین ہوتے ہیں۔

کثیر السکوت

آپ سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کثیر السکوت تھے۔ مجالس میں بیٹھتے تو زیادہ چپ رہتے اور کم بولتے۔ کثیر سکوت اور قلیل کلام آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ لوگوں سے بات پوچھتے اور ان کو سنتے۔

آپ فقیر بھی تھے اور سلطان بھی۔

حاضرین و سامعین کے حسبِ حال کلام فرماتے

حاضرین و سامعین کے حسبِ حال، حسبِ ضرورت اور حسبِ طلب کلام فرماتے۔ اگر علماء حاضر ہوتے تو علمی کلام فرماتے۔ ان کی تشنگی کو پورا فرماتے۔ اگر فقراء، ریاضت کرنے والے یا مریدین حاضر ہوتے تو انہیں ان کے مطابق ریاضت کی تلقین فرماتے۔ اگر طالب علم حاضر ہوتے تو انہیں ان کی تعلیمی زندگی کے متعلق رہنمائی فرماتے۔ اگر طبیب اور حکماء حاضر ہوتے تو طب اور حکمت کے باب میں کلام فرماتے۔ اگر کوئی سمندروں کا ماہر حاضر ہوتا تو سمندروں کے متعلق کلام فرماتے۔ علمِ جغرافیہ کا ماہر حاضر ہوتا تو علمِ جغرافیہ سے متعلق کلام فرماتے۔ اسی طرح علمِ نجوم، سیاست، بین الاقوامی امور اور دیگر علوم کا بھی یہی حال تھا۔

صداقت، راست گوئی

حق گوئی آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ آپ سراپا صداقت تھے۔ اگر کوئی شخص آپ کی مجلس میں غلط بیانی کرتا تو بہت غضب ناک ہوتے۔ اس قدر غضب ناک ہوتے جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ جھوٹ، کذب کو بالکل برداشت نہ فرماتے۔ گول مول بات بھی نہیں کرتے۔ سچ اور حق بات کھول کر بیان فرما دیتے تھے۔ اور کوئی شخص اس سے مختلف عمل کرتے تو گوارا نہ فرماتے۔

ایفائے عہد

پابندیٔ وقت کو بھی ایفائے عہد میں شامل فرماتے۔ جو وعدہ کرتے پورا کرتے۔ کبھی زندگی میں وعدہ خلافی نہیں کی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ وعدہ کر لیا اور اس کے ایفاء میں تکلیف بھی در پیش ہوئی مگر وعدہ نبھایا۔

آپ کا کوئی دستر خوان بھی انواع و اقسام کے پھلوں کے بغیر نہ ہوتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضور غوث اعظم نے فرمایا ہے کہ مہمانوں کو وسعت کے ساتھ کھانا کھلانا ہماری عبادت ہے

مہمان نوازی، سخاوت اور دستر خوان کی کشادگی

آپ کا دستر خوان بادشاہ و سلاطین اور حکمرانوں سے بھی زیادہ کشادہ ہوتا۔ ہر کھانے پر بہت سے لوگ مدعو ہوتے۔ امراء و سلاطین بھی ایسا دستر خوان رکھتے تھے۔ آپ کے دستر خوان پر

ایسے ایسے کھانے موجود ہوتے جو عام طور پر لوگوں نے اس کا نام بھی نہ سنا ہوتا۔ جو پکا کبھی کم نہیں ہوا برکت ہی برکت ہوتی۔ حضور شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص نے حضور قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤ الدین سے عرض کیا کہ حضور آپ نے کبھی کیویار (سمندری غذا ہے اور مچھلی، scallop، urchin کے انڈے کا نام ہے. یہ ایک نازک سمجھا جاتا ہے اور گہری بھری ہوئی یا grilling کے بعد کھایا جاتا ہے. روئی ڈش کو اومیگا 3 فیٹی ایسڈ کا ایک امیر ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ مہنگی ترین سمندری ڈشز میں سے ایک ہے) تناول فرمایا ہے ؟ آپ نے فرمایا کیا آپ کھانا چاہتے ہیں ؟ اپنے خادم کو آواز دی اور کیویار کا بڑا مرتبان میز پر رکھوا دیا۔ اور بعد ازاں مجلس کے بعد پورا ساتھ مرتبان دے کر روانہ کیا۔ یہ آپ کی سخاوت تھی کہ مہنگی سے مہنگی چیز بھی عطا کرنے پر آپ کا دل تنگ نہ ہوتا۔ آپ کا کوئی دستر خوان بھی انواع و اقسام کے پھلوں کے بغیر نہ ہوتا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضور غوث اعظم نے فرمایا ہے کہ مہمانوں کو وسعت کے ساتھ کھانا کھلانا ہماری عبادت ہے۔

علم اور علماء کی قدر فرماتے

آپ علم کا سمندر تھے۔ علم کے بڑے قدردان تھے چونکہ آپ خود صاحب علم تھے تو علماء کی تکریم فرماتے۔ بڑے بڑے اکابر علماء آپ کی خدمت میں آتے، قدم بوسی کرتے۔

امراء و حکام کے دروازے پر کبھی نہ جاتے

آپ کبھی سائل نہ بنے ،ہمیشہ عطا کرنے والے رہتے۔ امراء و حکام آپ کے دروازے پر سائل بن کر آتے تھے۔ امراء کی مجلسوں اور دعوتوں میں آنا جانا آپ کے معمولات میں شامل نہ تھا۔

اگر ہماری شخصیت میں اان کی سیرت مبارکہ کا پرتو آجائے اور ان کے اخلاق حسنہ کی جھلک آجائے تو اس سے بڑا فیض اور کوئی نہیں۔ ہمیں فیض اس شے میں مانگنا چاہیے جس نے انہیں بلند کیا

خوش اخلاقی اور حقوق العباد کی ادائیگی

آپ کا چہرہ کشادہ تھا۔ اکثر مسکراہٹ اور جمال آپ کے چہرے پر رہتا۔ آپ کے اخلاق میں بہت فراخی تھی۔ مرید سے ہم کلام ہوتے تو ایسا لگتا جیسے شفقتِ پدری بول رہی ہے۔ کسی سے بھی بات کرتے تو اس کی عزتِ نفس مجروح نہ ہونے دیتے۔ ہمیشہ آپ کہہ کر مخاطب کرتے کبھی تو اور تم کے الفاظ استعمال نہیں کیا۔

آپ کے دل میں دین اسلام ، شریعت محمدی اور ناموسِ رسالت کی بے پناہ غیرت اور حمیت موجود تھی۔ اطاعت، حق ، تقویٰ، پرہیزگاری، پابندیٔ شریعت، اتباعِ سنت اور حق پر ثابت قدمی کے کوہ گراں تھے۔ آپ کی پوری زندگی سنت رسول ﷺ کی متابعت میں تھی۔ آپ کی پوری حیات طیبہ حق پر استقامت کی آئینہ دار تھی۔

ہم حضور قدوۃ الولیاء کی ذاتِ گرامی سے فیض کے طلبگار ہوتے ہیں تو اگر ہماری شخصیت میں اان کی سیرت مبارکہ کا پرتو آجائے اور ان کے اخلاق حسنہ کی جھلک آجائے تو اس سے بڑا فیض اور کوئی نہیں۔ ہمیں فیض اس شے میں مانگنا چاہیے جس نے انہیں بلند کیا۔ قدوۃ الاولیاء سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانیؒ کا پورا خاندان اور گھرانہ مشائخ و نقباء پر مشتمل تھا اسی عالی قدر خاندان سے فیض کی کرنیں عالم عرب سے نکل کر مشرق بعید، یورپ، افریقہ اور امریکہ تک پھیلیں۔ جہاں سے اب بھی دنیا بھر کے طالبانِ حق فیضان سمیٹتے ہیں اور قیامت تک اس مرکزِ انوار کی خیرات بٹتی رہے گی۔ آپ کا وصال 7 جون 1991ء کو جرمنی میں ہوا۔ آپ کا مزار منہاج یونیورسٹی اور جامع المنہاج کے قریب بغداد ٹاؤن ٹاؤن شپ لاہور میں واقع ہے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے 9 برس اور شہداء کے ورثاء انصاف سے محروم

سانحہ ماڈل ٹاؤن حکومتی دہشت گردی کی بھیانک مثال

کیا مظلوموں کو انصاف کے لئے یوم حشر تک انتظار کرنا ہوگا؟

نعیم الدین چودھری ایڈووکیٹ (ترجمان سانحہ ماڈل ٹاؤن لیگل ٹیم)

ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی، بے روزگاری، کرپشن، عوام کے حقوق کی بازیابی اور قانون وآئین کی بالادستی کے لیے ماہ جون 2014 کو پاکستان آکر حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کیا تو حکومت بوکھلا اُٹھی اور اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آئی اور اس تحریک کو کچلنے کی منصوبہ بندی شروع کر دی اور فیصلہ کیا کہ ادارہ منہاج القرآن اور ڈاکٹر طاہر القادری کی رہائش گاہ پر لگے ہوئے بیریئرز کو ہٹانے کے بہانے دھاوا بولا جائے گا اور جو بھی اس راہ میں رکاوٹ بنے گا اسکو ختم کر دیا جائے گا۔ بیریئرز جو کہ عدالت عالیہ لاہور کے حکم سے پولیس نے خود اس وقت کے SP ماڈل ٹاؤن ایاز سلیم کی موجودگی و نگرانی میں لگوائے تھے اور رٹ پٹیشن 22367/2010 کی سماعت کے دوران عدالت عالیہ کے حکم سے مورخہ 20/01/2011 کو ایاز سلیم سابق SP ماڈل ٹاؤن لاہور عدالت عالیہ میں حاضر ہوئے اور اپنا بیان قلمبند کروایا جس میں عدالت عالیہ کو تحریری یقین دہانی کروائی کہ انہوں نے ادارہ منہاج القرآن اور گردونواح کے مکینوں کی سیکیورٹی کے لئے 16 پولیس اہلکاران کو 24 گھنٹے متعین کر دیا ہے اور متعلقہ سڑکوں پر جرسی بیریئرز (Jersey Barriers) رکھوا دیے ہیں۔

یہ بیریئرز اس لیے لگے تھے کہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے سال 2010 میں پاکستان اور دنیا کے دیگر علاقوں میں ہونے والی دہشت گردی کے خلاف ایک عالمی اہمیت کا فتویٰ جاری کیا جو کہ 600 صفحات پر مشتمل دہشت گردی اور فتنہ خوارج کتاب کے نام سے تحریر شدہ ہے جسے پوری دنیا میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی اور اس سے پاکستان اور دنیا بھر میں دہشت گرد مشتعل ہو کر بوکھلا اُٹھے اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے جانی دشمن بن گئے۔ پاکستان اور دنیا بھر کے دہشت گروں نے ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو جان سے مار دینے کی دھمکیاں دینا شروع کر دیں جس پر پاکستان کی مختلف ایجنسیوں نے ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو ان دہشت گردوں کے مذموم عزائم کے بارے میں تحریری طور پر آگاہ بھی کیا۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تحریک کو روکنے کے لیے جو منصوبہ بندی کی گئیں تھیں اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مورخہ 16 جون 2014 کو رانا ثناءاللہ وزیر قانون کی زیر صدارت اجلاس ہوا۔

فیصلہ کیا گیا کہ میاں نواز شریف، میاں شہباز شریف کے فیصلے کی تکمیل کے لیے ادارہ منہاج القرآن کے ارد گرد رکاوٹوں کو ہٹانے کے بہانے دھاوا بولا جائے گا اور جو بھی شخص اس میں رکاوٹ بنے گا اُسے ختم کر دیا جائے گا۔

طاہر القادری کی رہائش گاہ پر ریاستی دہشت گردی کی جس کی پاکستان کی سیاسی و سماجی تاریخ میں مثال نہیں ملتی ۔ مورخہ 17 جون 2023 کو شہداء سانحہ ماڈل ٹاؤن لاہور کی نویں برسی ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین اور شہداء کے لواحقین 9 سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی انصاف سے محروم ہیں۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن استغاثہ کیس کا ٹرائل انسداد دہشت گردی عدالت لاہور میں زیر سماعت ہے۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی غیر جانبدار تفتیش کیلئے اس وقت کے چیف جسٹس آف پاکستان میاں ثاقب نثار کی سربراہی میں سپریم کورٹ کے لارجر بنچ نے مورخہ 5 دسمبر 2018 کو سپریم کورٹ اسلام آباد میں سماعت کی اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس کی از سر نو تفتیش کیلئے نئی JIT بنانے کا فیصلہ ہوا اور مورخہ 3 جنوری 2019 کو پنجاب حکومت نے اے ڈی خواجہ کی سربراہی میں JIT نوٹیفکیشن جاری کر دیا۔ جبکہ سپریم کورٹ کے فلور پر سانحہ ماڈل ٹاؤن کی تفتیش کے لئے تشکیل پانے والی نئی JIT نے مورخہ 14 جنوری 2019 سے لیکر 20 مارچ 2019 تک سانحہ ماڈل ٹاؤن کے تمام زخمی افراد، چشم دید گواہان اور شہداء کے لواحقین سے بیانات قلمبند کر لیے تھے اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کی طرف سے بھی نئی JIT کے روبرو پہلی دفعہ تمام زبانی ودستاویزی ثبوت شہادتوں کی شکل میں پیش کر دیے گئے ہیں۔ اور اسی طرح نئی JIT نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے تمام ملزمان بشمول سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف، موجودہ وزیر اعظم میاں شہباز شریف اور موجودہ وفاقی وزیر داخلہ رانا ثناءاللہ، ڈاکٹر توقیر شاہ PSO ٹو سابق وزیر اعلیٰ پنجاب، سابق آئی جی مشتاق سکھیرا سے مختلف پہلوؤں پر تفتیش مکمل کر لی تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ وقوعہ کیوں ہوا ہے؟ اس کے پیچھے کیا سازش کارفرما تھی؟ اس وقوعہ کے پیچھے کون کون سے سازشی عناصر موجود ہیں؟ اور یہ سازش کہاں سے چلی؟ اور کس طرح اس سازش پر عملدرآمد ہوا؟ تو فوری طور پر کچھ قوتیں متحرک ہو گئیں اور انہوں نے 22 اپریل 2019 کو لاہور ہائی کورٹ کے ذریعہ JIT کی تشکیل کے نوٹیفکیشن کو معطل کروالیا اور نئی JIT کو سانحہ ماڈل ٹاؤن کی مزید تفتیش سے روک دیا گیا تاکہ JIT ان تمام ملزمان سابق وزیر اعظم نواز شریف، موجودہ وزیر اعظم شہباز شریف، موجودہ وزیر داخلہ رانا ثناءاللہ، سابق PSO ٹو وزیر اعلیٰ پنجاب ڈاکٹر توقیر شاہ ودیگران جنہوں نے اس سانحہ کی منصوبہ بندی کی تھی۔ انکو گنہگار ٹھہرا کر انسداد دہشت گردی عدالت میں چالان پیش نہ کر دے اور ان منصوبہ ساز ملزمان اور سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ملوث افراد کے ٹرائل کا آغاز نہ ہو جائے۔ یہاں تک کہ ایڈووکیٹ جنرل آفس کو بھی اس کیس کی فکسیشن اور بینچ کی تشکیل کا علم نہ ہو سکا۔ جب ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کو معلوم ہوا تو وہ فوری طور پر عدالت میں پہنچ گئے اور فل بنچ کے سامنے ساری صورتحال رکھی تو ایڈووکیٹ جنرل پنجاب کو لاہور ہائی کورٹ نے توہین عدالت کا نوٹس جاری کر دیا گیا۔

JIT کے نوٹیفکیشن کی معطلی کے خلاف فل بنچ کے فیصلہ کے عبوری حکم مورخہ 22 مارچ 2019 کے خلاف سپریم کورٹ اسلام آباد میں CPLAS دائر کی تھیں جس کی سماعت مورخہ 13 فروری 2022 کو سابق چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس گلزار احمد خاں کی سربراہی میں تین رکنی بنچ نے کی جس میں سپریم کورٹ نے لاہور ہائی کورٹ میں نیا بینچ تشکیل دے کر اور ترجیحاً تین ماہ کے اندر فیصلہ کرنے کی ڈائریکشن دی تھی لیکن افسوس صد افسوس کہ سپریم کورٹ کی 3 ماہ کی ڈائریکشن کے باوجود بھی لاہور ہائی کورٹ کا لارجر بینچ چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کی سربراہی میں سانحہ ماڈل ٹاؤن میں بننے والی ایک غیر جانبدار JIT کا فیصلہ نہ کر سکا۔ یہ پوری قوم کے لئے ایک لمحہ فکریہ بھی ہے جس ملک میں دن دیہاڑے 17 جون 2014 کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی رہائش گاہ اور ادارہ منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ پر نواز شہباز حکومت نے معصوم، نہتے اور بے گناہ کارکنان کے ساتھ ریاستی دہشت گردی کروائی اور دہشت گردی کے مناظر پوری دنیا نے میڈیا چینلز کے ذریعے براہ راست دیکھے اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں تمام شواہد ریکارڈ پر موجود ہونے کے باوجود اور سانحہ کو 9 سال سے زائد کا عرصہ بیت جانے کے باوجود بھی انصاف کے ادارے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو انصاف نہ دلوا سکے اور وہ اشرافیہ جس نے ریاستی دہشت گردی کروائی تھی آج پھر دوبارہ اقتدار پر براجمان ہیں۔

JIT کی تشکیل کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں جو رٹ دائر ہوئی تھیں جسکی وجہ سے JIT کا نوٹیفکیشن معطل ہے۔ وہ کیسز 4 سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی لاہور ہائی کورٹ کے لارجر بینچ کے پاس زیر سماعت ہیں۔ لاہور ہائی کورٹ میں JIT کیس میں اس وقت تک 56 تاریخ پیشیاں ہو چکی ہیں جبکہ لاہور ہائی کورٹ کا بینچ 5 دفعہ تحلیل ہو چکا ہے۔ دسمبر

2022 میں دونوں سائیڈ سے Complete Arguments ہو گئے تھے۔لیکن Complete Arguments کے باوجود اس JIT کیس کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ بعدازاں جسٹس سردار احمد نعیم لاہور ہائی کورٹ سے ریٹائرڈ ہو گئے۔ جسکی وجہ سے نیا بینچ تشکیل دیا گیا۔اور جسٹس مرزا وقاص رؤف کو اس بینچ میں شامل کیا گیا۔نئے جج کے آنے کی وجہ سے دوبارہ اس کیس میں آغاز سے بحث ہوئی،اب دوبارہ اس کیس میں دونوں سائیڈ سے بحث مکمل ہو چکی ہے لیکن فیصلہ کے لئے کوئی تاریخ پیشی مقرر نہ ہے۔جن کا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔ غیر جانبدار تفتیش سے ہی انصاف کا عمل ٹریک پر آئے گا۔کسی بھی مقدمہ کے انصاف کے لئے شفاف ٹرائل کا ہونا ضروری ہے لیکن شفاف ٹرائل اس وقت تک ناممکن ہے جب تک شفاف انوسٹی گیشن نہ ہو۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ شفاف ٹرائل تو دور کی بات ابھی تک سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو غیر جانبدار تفتیش کا حق ہی نہیں ملا ہے۔جو کہ پوری قوم کے لئے ایک سوالیہ نشان بھی ہے اس وقت ملک میں دو قانون موجود ہیں اشرافیہ کے لئے الگ قانون اور عوام کے لئے الگ قانون،اشرافیہ میں سے کوئی جرم کرتا ہے تو وہ اپنی مال و دولت اور طاقت کے بل بوتے پر ہر سطح پر معاملات کو Mange کر لیتا ہے اور ہمارے اس سسٹم میں بیٹھے ہوئے لوگ ہی ان کو تحفظ فراہم کرتے ہیں جبکہ عام آدمی جرم نہ بھی کرے تو اسکو جھوٹے مقدمے میں سزا ہو جاتی ہے۔

جب تک کسی مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو جائے اس وقت تک دوبارہ تفتیش ہو سکتی ہے اگر عدالت میں مقدمہ کا چالان اور فرد جرم بھی عائد ہو جائے تو بھی دوبارہ تفتیش سے روکا نہیں جا سکتا ہے۔کوئی بھی قانون دوبارہ تفتیش سے نہیں روکتا۔شفاف ٹرائل کے لئے شفاف تفتیش کا ہونا ضروری ہے۔

سیکشن 19 انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے تحت ایک سے زائد JIT بنانے میں کوئی قانونی قدغن موجود نہیں ہے بلکہ گورنمنٹ کے پاس اختیار ہے کہ مقدمہ اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے شفاف تفتیش کے لئے دوسری، تیسری، چوتھی JIT بھی بنائی جاسکتی ہے۔

کراچی 12 مئی واقعہ مقدمہ میں بھی ایک لمبا عرصہ گزرنے کے باوجود سندھ ہائی کورٹ نے نئی JIT بنانے کا ازخود حکم دیا کیونکہ اس وقت کے حالات ایسے تھے کہ اس وقت شفاف تفتیش نہ ہو سکی تھی۔اس واقعہ میں اس وقت کے بااثر افراد کے ملوث ہونے کی اطلاعات تھیں،اس وجہ سے شفاف تفتیش نہیں ہوئی تھی۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کا مقدمہ بھی بڑا حساس ہے۔ اس میں نواز،شہباز حکومت ملوث ہے۔جس نے پہلی والی JIT جس میں تمام پولیس افسران،ان کے زیر اثر تھے جس کی وجہ سے سانحہ ماڈل ٹاؤن کی شفاف تفتیش نہ ہونے دی گئی۔ بلکہ اس سانحہ میں کسی بھی زخمی، چشم دید گواہان اور شہداء کے لواحقین کے بیانات بھی قلمبند نہیں کئے گئے۔ جسکی وجہ سے نئی JIT تشکیل دینے کی قانونی ضرورت پیدا ہوئی۔ ٹرائل کورٹ ازخود فوجداری مقدمہ کی سماعت کے دوران شفاف ٹرائل کے لئے بقیہ شہادت برامد گی، فرانزک اور ڈیجیٹل وغیرہ کے تقاضوں کو پورا نہیں کر سکتی ہے بلکہ صرف اور صرف JIT ہی شفاف ٹرائل کے لئے ان تقاضوں کو پورا کر سکتی ہے۔ اس لئے نئی JIT کو شفاف تفتیش سے روکا نہیں جاسکتا ہے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین 9 سال سے انسداد دہشت گردی عدالت سے لیکر سپریم کورٹ آف پاکستان تک حصول انصاف کے لئے مسلسل قانونی چارہ جوئی کر رہے ہیں۔ لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ 9 سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین انصاف سے محروم ہیں۔سانحہ ماڈل ٹاؤن اچانک یا حادثاتی طور پر برپا نہیں ہوا تھا بلکہ نواز،شہباز حکومت کی ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی کا نتیجہ ہے بیئرز کو ہٹانا تو ایک بہانا تھا اصل مقصد حکومت کے ماورائے آئین و قانون کی طرز حکمرانی کے خلاف شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تحریک اور جدوجہد کو روکنا تھا۔ نواز، شہباز حکومت کا اصل ایجنڈا ڈاکٹر محمد طاہر القادری کو اور انکی تحریک کو ختم کرنا تھا۔اللہ تعالیٰ نے ان ناپاک ارادوں سے محفوظ رکھا اور الحمد اللہ شیخ الاسلام کی آواز اور تحریک منہاج القرآن کا پیغام پوری دنیا کے کونے کونے میں اس وقت گونج رہا ہے۔ شیخ الاسلام نے ہمیشہ آئین و قانون کی بالادستی اور حقیقی جمہوریت کی بحالی کی جدوجہد کی ہے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن JIT کی بحالی سانحہ کے انصاف کے لئے اشد ضروری ہے۔کیونکہ اصل ملزمان نواز شریف، شہباز شریف، رانا ثناءاللہ، ڈاکٹر توقیر شاہ اور دیگر ملزمان جنہوں نے اس سانحہ کی منصوبہ بندی کی تھی۔ان کو استغاثہ کیس میں ناکافی شہادت کی بنیاد پر انسداد دہشت گردی عدالت اور لاہور ہائی کورٹ نے بحثیت ملزم طلب نہیں کیا تھا۔کیونکہ استغاثہ کی دائر گی کے وقت جو شہادتیں اس وقت دستیاب تھیں وہ استغاثہ کیس میں دے دی گئیں تھیں۔لیکن کچھ ایسی شہادتیں جن میں ان کا براہ راست ملوث ہونا پایا جاتا ہے۔وہ تمام کی تمام شہادتیں نواز،شہباز حکومت جانے کے بعد اور جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ آنے کے بعد میسر آئی تھیں۔وہ تمام کی تمام شہادتیں نئی JIT کو فراہم کردی تھیں اس سے پہلے جتنی بھی انوسٹی گیشن ہوئی تھی وہ حقائق کے برعکس، جانبدار اور یکطرفہ ہوئی تھیں۔

پہلی والی JIT نے جتنی بھی انوسٹی گیشن کی تھی وہ صرف اور صرف ملزمان کو بچانے اور اصل حقائق کو چھپانے کے لئے کی تھیں۔تاکہ اصل حقائق منظر عام پر نہ آسکیں۔

پولیس نے مقدمہ نمبر 510/14(پولیس مدعی) میں پہلی والی JIT کے مطابق پولیس نے ریکارڈ میں تبدیلی اور اسلحہ کی درست تفصیلات نہ دی تھیں جبکہ پہلے والی JIT جس میں دوممبران جن کا تعلق MI اور ISI کے ساتھ تھا،کہ علاوہ تمام ممبران پولیس افسران تھے۔JIT نے اس بات کو تسلیم کیا کہ جب پولیس سے آرمز اینڈ ایمونیشن کی تفصیلات مانگی گئی کہ کتنا اسلحہ ایشو کیا گیا؟کتنا استعمال کیا گیا؟اور کتنا واپس جمع کروایا گیا؟تو پولیس نے فہرستیں دینے سے انکار کردیا۔جبکہ مذکورہ بالا دوممبران (MI,ISI)نے یہاں تک کہہ دیا کہ مقدمہ نمبر 510/14 جو ہے قابل منسوخی ہے۔

عبدالروف SI انچارج ایلیٹ فورس کو پہلے والی JIT نے دوران تفتیش متعدد بار طلب کیا۔دوران تفتیش اس نے تسلیم کیا کہ ایلیٹ فورس کی جانب SMG469 کے اور 59 راونڈ G3 رائفل کے فائر کیے گئے۔بعد میں اگلی پیشی پر اس نے بتایا کہ ایس پی عبدالرحیم شیرازی نے اسکو کہا تھا کہ ریکارڈ تبدیل کردیا جائے۔

پہلے والی JIT کی جانب سے CCPO لاہور کو لیٹر نمبری 449/PSSB مورخہ 30/06/14 کو بھیجا گیا جس میں تمام افسران اور جوانوں کی پوسٹنگ اور ٹیلی فون نمبرز، ایشو کردہ ہتھیار اور انکے سیریل نمبرز اور استعمال ہونے والے ایمونیشن کی تفصیل مطابق روزنامچہ ہائے، ٹیر گیس گنز اور ان کا مصرف اور اپریشن کے دوران کتنے ٹیر گیس شیل استعمال ہوئے دیگر سامان کوئی بھی جو اس اپریشن کے دوران کم یا ناکارہ ہوا کی تفصیل JIT کو بہم پہنچائی جائے جسکی مکمل تفصیل آج تک نہ پہنچائی گئی ہے۔

اس سانحہ کے منصوبہ سازوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے اور اصل حقائق کو منظر عام پر لانے کے لیے اور اصل ملزمان تک پہنچنے کے لیے سانحہ ماڈل ٹاؤن کی ازسرنو انویسٹی گیشن ضروری تھی کیونکہ اس سے قبل JIT نے جوانویسٹی گیشن کی تھی وہ حقائق کے برعکس ،جانبدار اور یکطرفہ کی تھی تاکہ اصل حقائق سامنے نہ آسکیں اور اصل ملزمان کو بچایا جا سکے۔

پہلی والی JIT نے ملزمان سے ملکر ملی بھگت کے ساتھ غیر منصفانہ اور بے بنیاد رپورٹ تیار کروائی تھیں تاکہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے اصل ملزمان سابق وزیر اعظم نواز شریف، موجودہ وزیر اعظم میاں شہباز شریف ،موجودہ وفاقی وزیر داخلہ رانا ثناء اللہ دیگر وزراء پولیس افسران جو بطور ملزمان ایف آئی آر میں نامز دتھے۔بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلی والی JIT نے ان نامزد ملزمان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی بلکہ ان تمام ملزمان کو مقدمہ سے نکال دیا گیا۔اور پاکستان عوامی تحریک کے 42 کارکنان جن کو مورخہ 17 جون 2014 کو ہی مقدمہ 510/14(پولیس مدعی) میں گرفتار کیا گیا تھا۔ ان PAT کارکنان کو اپنے ہی مقدمہ نمبر 696/14 میں ملزم قرار دے کر انسداد دہشت گردی عدالت میں چالان پیش کردیا گیا۔

بعدازاں ان 42 کارکنان کی اپنے ہی مقدمہ نمبر 696/14 میں ضمانتیں کروائی گئیں پاکستان عوامی تحریک کے کارکنان کا ناحق چالان کرنے پر JIT کی مکمل بددیانتی سامنے آگئی۔تو استغاثہ دائر کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا لہٰذا فوری طور پر انسداد دہشت گردی عدالت لاہور میں استغاثہ

دائر کر دیا گیا۔استغاثہ کیس میں 56زخمی و چشم دید گواہان کے بیانات مکمل ہونے کے بعد مورخہ 7فروری 2017کو انسدادِ دہشت گردی عدالت لاہور نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کیس میں 124ملزمان، کانسٹیبل سے لیکر آئی جی پنجاب تک، DCO کیپٹن (ر)عثمان، TMOنشتر ٹاؤن علی عباس بخاری، AC ماڈل ٹاؤن، طارق منظور چانڈیو، کو بطور ملزمان طلب کر لیا تھا، لیکن 12ملزمان میاں نواز شریف، میاں شہباز شریف، رانا ثناء اللہ، ڈاکٹر توقیر شاہ و دیگران جنہوں نے اس سانحہ کی منصوبہ بندی کی تھی ان کو طلب نہ کیا تھا تو ان 12ملزمان کی حدتک لاہور ہائی کورٹ میں Criminal Revisionدائر کی تھی جو خارج ہو گئیں تھیں اس حکم کے خلاف سپریم کورٹ میں Crl.P.L.Aدائر کی ہوئی ہے جو کہ سپریم کورٹ میں زیر سماعت ہے۔

اسی طرح آئی جی مشتاق احمد سکھیرا نے بھی ہائی کورٹ میں اپنی طلبی کو چیلنج کیا تھا وہ بھی لاہور ہائی کورٹ نے خارج کر دی تھی۔ جسکی وجہ سے آئی جی مشتاق احمد سکھیرا انسداد دہشت گردی عدالت لاہور میں بطور ملزم پیش ہو گیا اور تمام ملزمان پر مورخہ 15اکتوبر 2018کو دوبارہ فردِ جرم عائد ہوئی۔ جس کی وجہ سے استغاثہ کیس میں جتنا بھی ٹرائل ہوا تھا وہ DENOVO ہو گیا۔ ٹرائل DENOVOہونے کے بعد مستغیث کا بیان انسداد دہشت گردی عدالت میں دوبارہ قلمبند ہوا ہے اور ملزمان کے وکلاء نے مستغیث پر دوبارہ جرح کرنی ہے لیکن جرح کرنے سے پہلے ملزمان کے وکیل نے سیکشن 23انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997کے تحت درخواست گزاری ہے کہ ان مقدمات میں 7ATAکا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔اس لئے ان مقدمات میں 7ATAکو ختم کر کے ان کیسز کو سیشن کورٹ میں ٹرائل کے لئے بھیج دیا جائے۔

اسی طرح سابق DCO کیپٹن (ر)عثمان کے وکیل نے انسداد دہشت گردی عدالت میں ضابطہ فوجداری کی دفعہ 265/Kکے تحت کیپٹن (ر)عثمان کی بریت کے لئے درخواست گزاری کہ کیپٹن (ر)عثمان، کے خلاف مقدمہ نہیں بنتا ہے اس لئے اس کو اس مقدمہ سے بری کر دیا جائے۔

انسداد دہشت گردی عدالت لاہور IIIنے کیپٹن (ر)عثمان، کی اس بریت کی درخواست کو مورخہ 22-4-8کو منظور کرتے ہوئے سانحہ ماڈل ٹاؤن استغاثہ کیس میں بری کر دیا تھا۔ جس وجہ سے کیپٹن (ر)عثمان کی بریت کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی ہے۔ جو کہ لاہور ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ کے پاس زیر سماعت ہے۔

اسی طرح اب مورخہ 23-05-10کو انسداد دہشت گردی عدالت نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کے مرکزی ملزمان سابق آئی جی پنجاب مشتاق احمد سکھیرا، سابق ڈی آئی جی آپریشن رانا عبدالجبار، سابق ایس پی ماڈل ٹاؤن طارق عزیز، سابق TMOنشتر ٹاؤن لاہور علی عباس بخاری کو بھی استغاثہ کیس میں 265-Kکے تحت بری کر دیا ہے۔اب ان ملزمان کی بریت کے خلاف بھی لاہور ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر دی ہے۔

جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین کو مل گئی تھی جس میں سانحہ ماڈل ٹاؤن میں قتل و غارت گری کرنے کا ذمہ دار 2014کی پنجاب حکومت اور پنجاب پولیس کو ٹھہرایا ہوا ہے لیکن باقر نجفی کمیشن رپورٹ کے ساتھ منسلکہ دستاویزات جس میں ملزمان کے بیان حلفی، ٹیلی فون ڈیٹا ریکارڈ، حساس اداروں کی رپورٹس و دیگر دستاویزات شامل ہیں وہ تمام دستاویزات جو جسٹس باقر نجفی کمیشن رپورٹ کے ساتھ منسلکہ تھیں افسوس صد افسوس کہ تمام دستاویزات سانحہ کے متاثرین کو آج تک فراہم نہ کی گئیں ہیں ان تمام منسلکہ دستاویزات کے حصول کے لئے 2018سے لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر ہوئی ہے جو کہ ابھی تک زیر سماعت ہے جسکا فیصلہ ہونا ابھی باقی ہے۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن کے حصول انصاف کی جدوجہد کو 9سال کا عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی قائد تحریک منہاج القرآن شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ذاتی دلچسپی اور راہنمائی میں انسداد دہشت گردی عدالت سے لیکر سپریم کورٹ تک مسلسل قانونی چارہ جوئی پوری طاقت، عزم، استقامت کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ اُس وقت تک جاری رہے گی۔جب تک سانحہ ماڈل ٹاؤن کے متاثرین، شہداء کے لواحقین کو انصاف نہیں مل جاتا اور اس سانحہ میں ملوث عناصر اپنے عبرت ناک انجام سے دوچار نہیں ہو جاتے۔

دعا اور آداب دعا

دعا مانگنا انبیاء کرام کی سنت اور دعا عبادت کا مغز ہے

از ڈاکٹر محمد طاہر القادری (جائزہ کتاب)

سعدیہ کریم: اسلامک سکالر

دعا اور آداب دعا شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ایک نادر اور معرکۃ الآراء تصنیف ہے یہ کتاب پچاسی اوراق پر مشتمل ہے جس میں پیش لفظ کے بعد پانچ بنیادی عنوانات کے تحت مختلف ذیلی عنوانات قائم کیے گئے ہیں اور دعا کے مفہوم، آداب، شرائط ار دعا مانگنے کے طریقہ کار کی مکمل وضاحت کی گئی ہے۔ کتاب کے آخر پر ماخذ و مراجع کی فہرست بھی موجود ہے۔ جس سے بوقت ضرورت متعلقہ آیت و حدیث یا اقتباس کی تصدیق کی جاسکتی ہے اور مزید معلومات حاصل کرنا ممکن ہوتا ہے۔ اس کتاب کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ

”بارگاہ الوہیت میں دعا کرنا اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب بندوں کا پسندیدہ عمل رہا ہے کیونکہ انسان کی فطرت میں یہ امر ودیعت کردیا گیا ہے کہ وہ اپنی زندگی کی پریشانیوں اور مصیبتوں میں اپنے خالق و مالک کی طرف متوجہ ہو اور ہمیشہ اس کی مدد کا طالب اور آرزومند رہے۔“

دعا بنیادی طور پر اللہ اور بندے کے درمیان رابطہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ دعا کرنے والے کے لیے دعا کے معنی اور مطالب کو سمجھنا از حد ضروری ہے تاکہ دعا قبولیت کے مکمل یقین اور اعتماد کے ساتھ کی جاسکے۔

دعا کا لغوی مفہوم

دعا کے لغوی مفہوم کو عربی گرائمر کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ دعا کا مادہ د ع و ہے اور یہ باب نصر سے ہے۔ دعا اصل میں دعاو تھی۔ الف زائدہ کے بعد آخر کلمہ میں ہونے کی وجہ سے واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا گیا اور یہ دعاءٌ بن گیا۔

اس کے لغوی معنی بلانا، پکارنا، عبادت کرنا، مدد طلب کرنا اور سوال کرنا وغیرہ کے ہیں۔ دعا کے لغوی مفہوم کی وضاحت و صراحت کے لیے مختلف قرآنی سورتوں کے حوالے مع تراجم بیان کیے گئے ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندے کو بار بار دعا مانگنے کا حکم دیتا ہے اور دعا مانگنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندوں میں شمار ہوتے ہیں اور دعا نہ مانگنے والوں کے لیے دوزخ کی وعید سنائی گئی ہے کیونکہ دعا نہ مانگنا اللہ کی بندگی سے انکار کے مترادف ہے۔

دعا کی اصطلاحی تعریف امام ابن حجر العسقلانی کے حوالے سے بیان کی گئی ہے کہ ”اللہ کی بارگاہ میں غایت درجہ تواضع، محتاجی اور عاجزی وانکساری کا اظہار کرنا دعا کہلاتا ہے۔“

مختصراً یہ کہ گناہوں کو ترک کردینے کا نام دعا ہے یہ محبوب سے ملاقات کے لیے شوق کی ترجمانی کرتی ہے اور اگر دعا کا سلسلہ قائم رہے تو اللہ اور بندے کا معاملہ ٹھیک رہتا ہے۔

دعا کی اہمیت و فضیلت

حضرت علیؓ کے قول کی روشنی میں دعا کی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ

”میں نے اپنے پروردگار کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا یعنی انسان اپنی مرضی اور ارادے سے کچھ نہیں کرسکتا وہ اپنی زندگی کے ہر موڑ پر اپنے خالق و مالک کی مدد اور نصرت کا محتاج رہتا ہے اور اپنی ہزارہا کوششوں، عقل و دانش اور فہم و فراست کے باوجود اپنے ارادے کو مکمل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ دعا ہماری آرزوؤں، خواہشوں اور

ارادوں میں قوت و توانائی پیدا کرتی ہے اور راہ عمل کی مشکلات اور رنج و آلام کو دور کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔"

قرآنی آیات کی روشنی میں دعا نہ مانگنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندے کا دعا مانگنا اتنا پسند ہے کہ وہ خود بار بار قرآن مجید میں اس کی ترغیب دیتا ہے تاکہ بندے کی دعا جاری رہے اور مالک کی عطا کا تسلسل بھی ٹوٹنے نہ پائے۔ اس سلسلے میں حدیث پاک بھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو بے شک اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کہ اس سے مانگا جائے اور بہترین عبادت (صبر کے ساتھ) فراخی کا انتظار ہے۔ دعا نہ مانگنے والوں کے لیے حضور ﷺ کا یہ قول مبارک بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرماتا ہے۔

دعا کی بارگاہ الوہیت میں کیا قدر و قیمت ہے۔ اس کا تذکرہ حدیث مبارکہ کی روشنی میں کیا گیا ہے اور وضاحت کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا سے زیادہ محترم و مکرم کوئی چیز نہیں ہے۔ مزید بھی واضح کیا گیا ہے کہ

دعا ہر عبادت کا مغز ہے۔
دعا کے ذریعے تمام حاجات پوری کی جاتی ہیں۔
دعا انسان کی بنیادی ضرورتوں کی کفیل ہوتی ہے۔
دعا کے ذریعے شرک سے بچنا ممکن ہوتا ہے۔
دعا بخشش و مغفرت کا ذریعہ ہے۔

شرائط دعا

شرائط دعا سے مراد ہے کہ کن کن آداب کو ملحوظ رکھا جائے تو دعائیں قبول ہوتی ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ہر مانگنے والے کو عطا فرمانے والا ہے۔ شرائط دعا کے عنوان کے ذیل میں درج ذیل شرائط ذکر کی گئی ہیں۔

۱۔ دعا اخلاص نیت کے ساتھ کی جائے۔

۲۔ رزق حرام کمانے اور کھانے سے دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ اس لیے رزق حلال کو قبولیت دعا کی بنیادی شرط قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ گناہوں سے توبہ کرنا اور اللہ سے معافی مانگنا بھی دعا کرنے سے پہلے ضروری ہے۔ سمجھانے کے لیے بنی اسرائیل قوم کا ایک واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ اگر دعا مانگنے والوں میں کوئی چغل خور موجود ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے باقی تمام لوگوں کی دعائیں بھی قبول نہیں فرماتا۔
اس لیے دعا مانگنے سے قبل تمام شرائط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

آداب دعا

دعا کے آداب کے عنوان کے تحت بھی بہت سے آداب ذکر کیے گئے ہیں۔ امام غزالیؒ کے حوالے سے دعا کے ظاہری اور باطنی آداب کا ذکر کیا گیا ہے۔ باطنی آداب میں توبہ، حضور قلب توکل علی اللہ اور ناامیدی سے دوری شامل ہیں۔ جبکہ ظاہری آداب میں نماز، روزہ، صدقہ و خیرات، طہارت، قبلہ رو ہونا، خوشبو لگانا، پست آواز رکھنا، ہاتھوں کو اٹھانا، دعا کے بعد ہاتھ چہرے پر پھیرنا، حمد و ثنا اور درود و سلام کو مقدم رکھنا شامل ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ قبولیت دعا میں عجلت اور بے صبری نہ دکھائی جائے اور دعائیہ الفاظ کو تین مرتبہ دہرایا جائے۔ اپنے نیک اعمال کو یاد کرنا چاہیے مقبول اوقات میں دعا مانگی جائے۔

مقبول ترین اوقات دعا

قرآنی آیات کی روشنی میں دعا کی قبولیت کے اوقات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مقبول ترین اوقات دعا درج ذیل ہیں:

۱۔ سحری کا وقت ۲۔ عرفہ کا دن
۳۔ رمضان کا مہینہ ۴۔ جمعہ کا دن
۵۔ سجدہ کی حالت ۶۔ اذان اور اقامت کے درمیان
۷۔ فرض نماز کے بعد

احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان اوقات کی اہمیت اور ان میں قبولیت دعا کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

فرض نمازوں کے بعد کی قرآنی دعائیں

فرض نمازوں کے بعد پڑھی جانے والی دعاؤں کو بیان کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کریم کے ذریعے اپنے بندوں کو سکھائی ہیں۔

۱۔ ان میں سب سے پہلی دعا بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے۔ جس کے پڑھنے سے ہر کام میں برکت ہوتی ہے اور برے کاموں سے دوری نصیب ہوتی ہے۔

۲۔ دوسری دعا کے طور پر سورہ الفاتحہ کو بیان کیا گیا ہے کیونکہ یہ ایک دعائیہ سوہ مبارکہ ہے اور قرآن وحدیث سے اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔

۳۔ دنیاوآخرت کی بھلائی کے لیے دعاذکر کی گئی ہے۔

۴۔ استقامت اور ثابت قدمی کے لیے قرآنی دعاکاذکر ہے جو سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۸ میں ہے۔ دوسری دعا سورہ الاعراف کی آیت نمبر ۱۲۶ میں نازل ہوئی ہے۔

۵۔ نقصان سے بچنے اور نجات حاصل کرنے کے لیے قرآنی دعاذکر کی گئی ہے جو سورہ الاعراف کی آیت نمبر ۲۳ میں ہے اور دعائے حضرت آدم علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے۔

۶۔ نماز میں استقامت کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاذکر کی گئی ہے جو سورہ ابراہیم کی آیت نمبر ۴۰ میں ہے۔

۷۔ کینہ اور بغض سے نجات کے لیے سورہ الحشر کی آیت نمبر ۱۰ میں موجود دعاکوذکر کیا گیا ہے۔

۸۔ مرحومین کی مغفرت کے لیے قرآنی دعاذکر کی گئی ہے جو سورہ المومنون کی آیت نمبر ۱۰۹ میں ہے۔

اس کے علاوہ سورہ البقرہ کی آخری آیت میں موجود دعا کو بھی مغفرت کی دعا کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

۹۔ نیک اور نرینہ اولاد کے حصول کے لیے بھی قرآنی دعاذکر کی گئی ہے جس کا ذکر سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۳۸ میں موجود ہے۔

۱۰۔ علم میں اضافہ کے لیے سورہ طہ کی آیت نمبر ۱۱۴ میں موجود دعاکوذکر کیا گیا ہے۔

۱۱۔ آخرت کی رسوائی سے بچنے کے لیے سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۳ میں موجود دعاکوذکر کیا گیا ہے۔

۱۲۔ انشراح صدر یا سینہ کے کھولنے کے لیے موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو ذکر کیا گیا ہے جو قرآن مجید کی سورہ طہ میں موجود ہے اور آیت نمبر ۲۵ سے ۲۸ تک مشتمل ہے۔

۱۳۔ فتح ونصرت کے لیے سورہ الاعراف کی آیت نمبر ۸۹ میں موجود دعاکوذکر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ فرض نمازوں کے بعد کی مسنون دعائیں کے عنوان کے تحت احادیث مبارکہ سے دعائیں نقل کی گئی ہیں۔

اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ کن لوگوں کی دعائیں جلد بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوتی ہیں۔ ان تمام لوگوں کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں منتخب کیا گیا اور احادیث کے حوالوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ درج ذیل لوگوں کی دعائیں جلد قبول کرلی جاتی ہیں۔

۱۔ مظلوم مسافر اور والد کی دعا

۲۔ غائب شخص کی دعا(یعنی جو کسی کی غیر موجودگی میں اس کے لیے کی جائے)

۳۔ روزہ دار اور عادل حکمران کی دعا

۴۔ مجاہد، حاجی، بیمار اور عفو ودر گزر کرنے والے کی دعا

روزمرہ کی چند مسنون دعاؤں کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو مسلمان کو مانگنی چاہئیں۔ ان میں اذان سننے کے بعد کی دعا، مسجد میں داخل ہونے کی دعا، مسجد سے نکلنے کی دعا، گھر میں داخل ہونے کی دعا، گھر سے باہر نکلنے کی دعا، بازار میں داخل ہونے کی دعا، سفر کی دعا، سفر سے واپسی کی دعا، قبروں کی زیارت کی دعا، مریض کی عیادت کی دعا، کھانا شروع کرنے کی دعا، کسی کے ہاں کھانا کھانے کی دعا، چھینکتے وقت کی دعا، بیت الخلاء میں داخل ہونے کی دعا، بیت الخلاء سے نکلنے کی دعا، نیا چاند دیکھنے کی دعا، آئینہ دیکھنے کی دعا، نیا لباس پہننے کی دعا کو ذکر کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ سونے اور جاگنے کی مسنون دعائیں اور دعائے نور کو ذکر کیا گیا ہے۔

غرضیکہ اس پوری کتاب میں بڑی تفصیل کے ساتھ دعا کا مفہوم اور اس کی غرض وغایت اور طریقہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

حاصل کلام

اس تمام بحث سے مختصراً یہ بات سمجھ آتی ہے کہ دعا مانگنا انبیاء کرام کی سنت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ عمل نہایت محبوب اور پسندیدہ ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ بھی دعا فرماتے اور امت کو بھی اس کی تلقین فرماتے رہے۔

قرآن مجید میں نازل ہونے والی دعاؤں میں ربنا ۱۰۵ مرتبہ اور رب ۶۹ مرتبہ آیا ہے۔ اس کے علاوہ اللّٰھم کا لفظ پانچ مرتبہ ذکر ہوا ہے۔

رسول خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے تمام صحابہ و اہل بیت با کمال تھے ہی لیکن کچھ خاص الخاص بھی تھے۔ جن میں سے ایک آقا کریم ﷺ کے محبوب ترین چچا حضرت حمزہ ابن عبدالمطلبؓ بھی ہیں جن کے اسلام کے حوالے سے بہت سے کارنامے ہیں۔ جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ان سے بہت خاص محبت فرماتے تھے۔

اگر کسی اللہ کے ولی کے محاسن بیان کرنے ہوں تو بے شمار کتابیں بھر جائیں اور یہ تو پھر عم رسول ﷺ ہیں اور اس کے ساتھ صحابی رسول بھی ہیں۔ کہاں وہ اور کہاں ہم سے کہ ان کی منقبت کا حق ادا کر سکیں۔ اس لیے ان کے مختصراً حالات کا تذکرہ کر کے اپنی آخرت کا کچھ سامان کر لیتے ہیں۔

اسم گرامی

آپ مبارک اسم ''حمزہ'' رضی اللہ عنہ ہے۔

کنیت

آپ کی کنیت ''ابو یعلی'' اور ''ابو عمارہ'' ہے۔

لقب

آپ کے کئی ایک القابات ہیں لیکن زیادہ مشہور ''سید الشہداء'' اور دوسرا ''اسد اللہ'' واسد الرسول اللہ ہیں۔

سلسلہ نسب اور رسول اللہ ﷺ سے تعلق آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ حمزہ ابن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ آقا علیہ السلام سے آپ کے کئی رشتے تھے مثلاً سب سے پہلا آپؓ آقا کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے سگے چچا تھے۔ دوسرا رشتہ آپؓ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے رضاعی بھائی بھی تھے کہ آپ دونوں نے ابو لہب کی آزاد کردہ لونڈی حضرت ثویبہؓ کا دودھ پیا تھا۔

تیسرا تعلق رسول اللہ ﷺ سے آپؓ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وھب کی نسبت سے تھا کہ حضرت امیر حمزہؓ کی والدہ ہالہ بنت وھیب حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں۔ اس نسبت سے حضرت حمزہ رسول اللہ ﷺ کے خالہ زاد بھائی بھی ہوئے۔ یوں تین تین نسبتوں سے رشتہ تھا۔ سبحان اللہ کہاں ایک غلامی کا رشتہ سعادت کی بات اور کہاں تین تین نسبتوں کو یکجا پانا اس سے بڑھ کر کیا خوش نصیبی ہوگی بھلا۔

سن ولادت ورضاعت

آپؓ کے سن ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض سیرت نگار آپؓ کو رسول اللہ ﷺ سے عمر میں دو سال بڑا بتاتے ہیں اور بعض چار سال لیکن طبقات ابن سعد میں آپ کو چار سال بڑا بتایا گیا ہے۔ اس حساب سے آپ کی ولادت 567ء بنتی ہے چونکہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت 571ء پر سب کا اتفاق ہے۔ امیر حمزہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ کی رضاعت قبیلہ بنی بکر میں ہوئی۔

حلیہ مبارک

حضرت حمزہؓ بہت خوبصورت اور حسین و جمیل تھے خوبصورت پیشانی، درمیانہ قد، سرخ و سفید رنگ اور چھریرا بدن تھا۔ آپ کی آواز گرجدار و بارعب تھی۔ دشمن اسلام آپ سے ہمیشہ خوفزدہ رہتا تھا۔

مشاغل

آپؓ کو بچپن سے ہی تیر اندازی، نیزہ بازی، پہلوانی اور شکار کا شوق تھا۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا تب بھی آپ شکار سے ہی لوٹے تھے۔ اہل عرب آپ کی بہادری اور جرات مندی کی مثالیں دیا کرتے تھے۔ وہ آپ کی دلیری و شجاعت سے متاثر ہوتے تھے۔

رسول خدا احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے تمام صحابہ واہل بیت باکمال تھے ہی لیکن کچھ خاص الخاص بھی تھے۔ جن میں سے ایک آقا کریم ﷺ کے محبوب ترین چچا حضرت حمزہ ابن عبد المطلبؓ بھی ہیں جن کے اسلام کے حوالے سے بہت سے کارنامے ہیں۔ جن کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ ان سے بہت خاص محبت فرماتے تھے

قبولِ اسلام

ویسے تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو رسول اللہ ﷺ سے عشق تھا اور ان کا ہر صحابی جانثاری سے سرشار تھا لیکن حضرت امیر حمزہؓ کو رسول اللہ ﷺ سے والہانہ عشق تھا اور یہ عشق اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی موجود تھا کیونکہ آپؓ کو آقاؐ سے ادبی مناسبت بھی تھی۔ جیسے روحوں کو آپس میں ہوتی ہے۔ سید الشداء کی روح رسول خدا کی روح مبارکہ سے بھی ایک ایسی ہی گہری مناسبت تھی۔ قبول اسلام ابھی کیا نہیں کہ ایک دن شکار سے لوٹے تو ابن جدعان کی لونڈی نے آپؓ کو بتایا کہ ابو جہل لعین نے رسول خدا سے بدتمیزی کی اور ساتھ آپ ﷺ کو زخمی بھی کر دیا۔ آپؓ نے یہ بات سنی تو فوراً بھتیجے کی محبت نے جوش مارا اور سیدھے ابو جہل کے سر پر جا کر اس زور سے کمان ماری کے اس کا سر پھٹ گیا اور خون کا فوارا پھوٹ پڑا۔ آپؓ نے گرجدار آواز میں فرمایا:

اتشتمه وانا علی دینم۔

اے ابوجہل! تیری یہ مجال کہ تو میرے بھتیجے کو گالیاں نکالے حالانکہ میں نے اس کا دین قبول کر لیا ہے۔ اگر تجھ میں اتنی ہمت ہے تو آاور مجھے روک کر دکھا۔

وہاں پر بنو مخزوم کے لوگ آگے بڑھنے لگے تو ابو جہل مکار نے سوچا کہ ان لومڑیوں سے اس دلیر و شجاعت والے عم رسول سے مقابلہ نہ ہو پائے گا تو کہنے لگا کہ نہیں چھوڑ دو میں نے واقعی آج اس کے بھتیجے کے ساتھ دشنام طرازی کی ہے۔

آپ نے بری مجلس میں قبول اسلام کا اعلان کر دیا جب گھر پہنچے تو پریشان ہو گئے پھر درِ رسول ﷺ پر حاضر ہوئے اور عرض کی یہ دلی تنگی دور فرمادیں۔ اپنے دین کی تعلیمات مجھے بتائیں تاکہ میں فیصلہ کر سکوں تو رسول اللہ ﷺ نے جب محبت کے پھول نچھاور فرمائے تو فوراً اسلام قبول کر لیا تاکہ کہیں دیر نہ ہو جائے۔

ان کی طبیعت میں شروع سے بے فکرہ پن تھا بس اپنے مشاغل میں مشغول رہتے حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ ایسا کوئی دعویٰ محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا ہے۔ لیکن آپ نے زیادہ توجہ نہ دی بس دل ان سے شروع ہی سے جوڑا ہوا تھا کیونکہ روحِ رسول ﷺ سے نسبت تھی محبت تھی، والہانہ عشق تھا کہ آپ نے حضرت عمر فاروقؓ سے چند دن پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

آپ کے قبول اسلام سے کفر پر ہیبت و دبدبہ طاری ہو گیا۔ قبول اسلام پر لشکر خداوندی کے طور پر اشعار بھی کہے جن میں سے ایک یہ ہے:

حمدت الله حين هدى فوادى

الى الاسلام والدين الحنيف

میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتا ہوں جب اس نے میرے دل کو ہدایت دی۔ اسلام قبول کرنے کے لیے جو کہ دین حنیف ہے۔

آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شعب ابی طالب میں تین سال محصوری بھی برداشت کی۔ پھر جب اذنِ ہجرت ملا تو مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی مواخات کے لیے رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اپنے جان نثار اور آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کا بھائی بنایا۔ آپ جب بھی مدینہ منورہ سے باہر جاتے تو حضرت زیدؓ کو وصیت کر کے جاتے۔

غزوات وسرایا میں شرکت

سیدنا امیر حمزہؓ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ لشکر اسلام کے سب سے پہلے امیر لشکر بھی ہیں۔ ہجرت کے چھ سات ماہ کے بعد

رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ کے تجارتی قافلے پر چھاپہ مارنے کے لیے یہ لشکر روانہ کیا تھا۔ اس لشکر کی قیادت حضرت امیر حمزہؓ نے کی تھی۔ یہ لشکر کفار مکہ سے ٹکرایا ضرور تھا لیکن جنگ نہیں ہوئی تھی۔ قبیلہ جھنیہ کے سردار نے بیچ بچاؤ کروایا تھا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سال کے بعد یعنی صفر کے مہینے میں ایک لشکر کی قیادت کی جس کا مقصد قریش مکہ کے تجارتی قافلے پر چھاپہ مارنا ہی تھا۔ اس لشکر کا علم حضرت حمزہ کے سپرد تھا اس لشکر کا بھی کفار مکہ سے سامنا نہیں ہوا تھا۔ اس غزوہ کا نام غزوہ ابواء اور غزوہ ودان دو نام ہیں۔

آقا کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ کفار مکہ کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ شام جا رہا ہے۔ آپ نے ڈیڑھ سو مہاجرین کے ساتھ چھاپہ مارنا تھا کیونکہ کفار مکہ مدینہ طیبہ پر حملے کی تیاری کر رہے تھے۔ اس کے لیے انہیں سرمایہ درکار تھا اس لشکر کے علمبردار بھی حضرت حمزہ تھے اس غزوہ کا نام ذی العشیرہ تھا۔

غزوہ بدر جسے "یوم الفرقان" بھی کہا جاتا ہے میں حضرت حمزہؓ نے ایسے دادِ شجاعت وصول کی کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسد اللہ واسد الرسول اللہ کا لقب عطا فرمایا۔

کفار مکہ نے خود اعتراف کیا کہ اس جنگ میں حضرت حمزہؓ نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ اسی شجاعت و بہادری کو دیکھتے ہوئے امام احمد رضاؒ لکھتے ہیں:

ان کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیر غران سطوت پہ لاکھوں سلام

آپ جس طرف بھی جاتے کفار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ آپ دونوں ہاتھوں سے تلوار چلاتے تھے۔ اس غزوہ کا پہلا مقتول اسود مخزومی تھا جو کہ سیدنا حمزہؓ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا۔ غزوہ بنو قینقاع ہجرت کے 20 ماہ بعد ماہ شوال میں پیش آیا یہ یہودیوں کے ساتھ پہلا معرکہ تھا۔ اس لشکر کے علمبردار بھی سیدنا امیر حمزہؓ تھے۔

غزوہ احد میں شہادت

ہجرت کے تیسرے سال شوال میں کفار مکہ نے بھرپور تیاری کے ساتھ مدینہ منورہ پر چڑھائی کر دی وہ غزوہ بدر میں شکست کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنا لشکر تیار کیا اور دفاع کے لیے میدان میں اترے۔ اس جنگ میں حضرت حمزہؓ نے بھی شجاعت اور جراتمندی سے کفار کا مقابلہ کیا۔

جنگ بدر میں جن قریش مکہ کو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تھا ان کے گھروں کی عورتوں کو وہ انتقام کی آگ میں جل رہی تھیں ان میں سے ایک ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی تھی جس کے باپ اور جبیر بن مطعم کے چچا بھی قتل ہوئے تھے۔ جنہیں حضرت حمزہؓ نے واصل جہنم کیا تھا۔ وہ اس چیز کا بدلہ چاہتے تھے اس بنا پر ہندہ اور جبیر بن مطعم نے وحشی کو دولت اور آزادی کا لالچ دے کر قتل پر آمادہ کروالیا جس وقت حضرت حمزہؓ کی تلوار سے سباع بن عبد العزی کا سر کاٹا اس وقت وحشی نے چھپ کر زہر میں بجھے ہوئے نیزے سے آپ پر پیچھے سے وار کیا جس کی وجہ سے آپ کی شہادت ہوگئی۔ ہندہ کو پتہ چلا تو اس نے آپ کا جگر نکال کر چبایا لیکن نگل نہ سکی پھر آپ کے جسم مبارک کی بے حرمتی کی۔ آپ کے اعضاء کو کاٹ کر گلے کا ہار بنا کر پہنا جب رسول اللہ ﷺ کو آپ کی شہادت کا پتہ چلا آپ بے حد رنجیدہ ہوئے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے یہاں تک کہ ہچکی بندھ گئی۔

آپ ﷺ کو جس قدر دکھ اور تکلیف ہوئی اس سے حضرت حمزہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی صحبت واضح ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے پہلے اکیلے حضرت حمزہ کی نماز جنازہ پڑھائی پھر ہر صحابی کے ساتھ بار بار نماز جنازہ پڑھاتے رہے۔ یوں ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھائی گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

سید الشھداء حمزۃ بن عبد المطلب۔

یعنی حمزہ شہیدوں کے سردار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ خود بھی آپ کی قبر پر تشریف لے جاتے اور سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہراءؓ بھی اکثر تشریف لاتیں فاتحہ کے لیے اور قبر مبارکہ کی مٹی درست فرماتیں۔ فتح مکہ کے بعد جب حضرت وحشی نے اسلام قبول کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں قبول کر لیا لیکن فرمایا میرے سامنے نہ آیا کرو یعنی آپ کو اپنے پیارے چچا جان یاد آتے۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ وحشی پر اس قدر شراب کی حد لگائی جاتی رہی کہ انہیں دیوان سے بھی نکال دیا گیا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے قاتل حمزہ پر عذاب ہے کہ چین سے نہ بیٹھے بعد میں حضرت وحشیؓ نے مسلمہ کذاب کو قتل کیا تو فرمانے لگے کہ حالت کفر میں سب سے بہتر کو شہید کیا ہے اور حالت اسلام میں بدترین کو قتل کیا ہے۔

شہدائے سانحہ ماڈل ٹاؤن 2014ء کے نام

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى

"اے ایمان والو! تم پر ان کے خون کا بدلہ (قصاص) فرض کیا گیا ہے جو ناحق قتل کیے جائیں۔"

اَلقِصاص اِلقِصاص

اَلغیاثُ، الغیاث
المدد فی القصاص

اللہ کا فرمان ہے
کہ جاں کا بدلہ جان ہے
قاتل چڑھایا جائے گا
سولی پہ خواہ سلطان ہے

اَلغیاثُ، الغیاث
المدد فی القصاص

بکھرا ہوا ہے کُو بکو
ہر سو شہیدوں کا لہو
سوئے فلک ہے چشمِ تر
انصاف کی ہے آرزو

اَلغیاثُ، الغیاث
المدد فی القصاص

منہاج ہے قرآں نگر
اللہ کے شیروں کا گھر
ڈرتے نہیں ہیں موت سے
ہم اہل دل آشفتہ سر

اَلغیاثُ، الغیاث
المدد فی القصاص

رنگین ہیں ارض و سما
برپا ہے تازہ کربلا
ہوگا خدا کے فضل سے
نافذ نظامِ مصطفی

اَلغیاثُ، الغیاث
المدد فی القصاص

اے دشمنِ خونیں قبَا
آ اور خنجر آزما
فولاد کی دیوار ہیں
ہم عاشقانِ مصطفیؐ

اَلغیاثُ، الغیاث
المدد فی القصاص

اِتراتا پھرتا ہے عُدو
پی کے شہیدوں کا لہو
کافی ہے مومن کے لیے
بس آیۂ **لاتقنطوا**

اَلغیاثُ، الغیاث
المدد فی القصاص

کٹ جائے گا خونیں سفر
پھُوٹے گا اب نورِ سحر
الطاف دیکھے گا فلک
پھر سے وہی دورِ عمرؓ

اَلغیاثُ، الغیاث
المدد فی القصاص

[سید الطاف حسین گیلانی]

شہدا کے ورثاء کے عزم و ہمت کو وقت کی فرعونی قوتیں متزلزل نہ کرسکیں

شہدائے ماڈل ٹاؤن کے لواحقین کے تاثرات اور اہل خانہ کے ساتھ گزرے آخری لمحات۔۔۔

ام حبیبہ اسماعیل

اللہ کے بعد شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کی واحد امید شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری اور تحریک منہاج القرآن کے لاکھوں جرت مند کارکنان ہیں جو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف کے لئے شہدائے ماڈل ٹاؤن کے ورثاء کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔انصاف سے ملک اور معاشرے معتبر ہوتے ہیں اور جس معاشرے سے انصاف رخصت ہو جاتا ہے وہاں عذاب، آفات اور بلائیں آتی ہیں۔

اس ماہ ماہنامہ دختران اسلام میں 17 جون کے شہداء کے لواحقین کے جذبات اور آخری وقت میں اہل خانہ کے ساتھ گزرے لمحات قارئین تک پہنچانے کے لیے شائع کیے جارہے ہیں۔

بسمہ امجد (شہیدہ تنزیلہ امجد کی بیٹی) کا اظہار خیال

ہمارے خاندان کی تحریک منہاج القرآن سے دیرینہ وابستگی ہے۔میرے چچا اور ماموں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی فکر اور علم سے بہت متاثر ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارا زیادہ خاندان تحریک منہاج القرآن سے منسلک ہے۔

میرے والد، چچا اور ماموں نے جیسے ہی یہ خبر سنی کہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے گھر اور منہاج القرآن سیکرٹریٹ پر پولیس نے حملہ کیا ہے تو وہ فجر کے وقت ہی گھر سے روانہ ہوگئے تھے اس دن میں نے اپنی ماما کے چہرے پر پریشانی اور گہرے دکھ کے اثرات دیکھے اسی کیفیت انہوں نے ناشتہ بھی نہیں بنایا تھا۔

اس دن ماما اس قدر غم سے نڈھال تھیں کہ اپنے کپڑے بھی خود استری نہیں کرسکیں اس روز میں نے انہیں کپڑے پریس کرکے دیئے اور آنٹی نے انہیں شوز اور بیگ لاکر دیا پھر میں اور ماما تیار ہوکر نانو کے گھر آگئے۔ماما نے جاتے ہوئے میرے بھائی علی، حسن اور بہن عائشہ کو تاکید کی کہ اکیڈمی ضرور جانا چھٹی نہ کرنا۔ ماما دروازے سے نکلتے ہوئے دوبارہ واپس آگئیں چھوٹے بہن بھائیوں کو ایک بار پھر پیار کیا ار گھر سے ہمیشہ کے لیے نکل گئیں۔وہاں سے ہم نانو کے گھر گئے وہاں پھوپھو اور نانو تیار تھیں۔ماما نے پانی پیا پھوپھو نے ناشتہ کے لیے کہا تو ماما نے جواباً منع کردیا۔اس کے بعد ہم سب ماڈل ٹاؤن پہنچے۔اس دن میری پھوپھو اور ماما بہت خوبصورت لگ رہی تھیں۔میں نے ماما سے کہا کہ آپ ہر جگہ پرانا بیگ لے کر جاتی ہیں آج آپ نے نیا بیگ لیا ہے تو آنٹی نے کہا کہ کوئی بات نہیں پتہ نہیں آج ہمیں کتنی دیر ہوجائے۔

ماما بے شک شہادت کے ایک عظیم درجے پر فائز ہیں انہوں نے ہمت اور جواں مردی سے شہادت نوش

کیا۔مجھے یقین ہے کہ میری ماما اور پھوپھو ہمیں دیکھ رہی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ شہید زندہ ہیں اور انہیں مردہ نہیں کہنا چاہئے اور مجھے اس بات پر فخر ہوتا ہے کہ میری والدہ شہیدہ انقلاب ہیں اور انہوں نے اس مصطفوی مشن کی خاطر جان قربان کی اور میرا یہ فخر ہمیشہ قائم رہے گا کہ میں تنزیلہ شہید کی بیٹی ہوں اور شازیہ شہید کی بھتیجی ہوں۔

شہر بانو (شہید عمر صدیق کی بہن) کا اظہار خیال

تحریک منہاج القرآن سے وابستگی بہت پرانی سے ہے۔یہ تو علم نہیں کہ کب سے ہم اس تحریک کے ساتھ منسلک ہیں کیونکہ جب سے نے ہوش سنبھالا ہے ہم تحریک منہاج القرآن کے ساتھ منسلک ہیں۔ہمارے والدین اور ہم بہن بھائی اس تحریک کے ساتھ بہت محبت کرتے ہیں۔ہمارے والد محترم منہاج القرآن کے ایک کارکن بھی ہیں اور کارکن ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو بھی احسن طریقے سے سرانجام دے رہے ہیں۔

بھائی کی شہادت سے پہلے کا دن بہت اچھا گزرا اس دن ہم سب بہن بھائی ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق کررہے تھے۔ہم لوگوں نے کبھی اتنی باتیں نہیں کی تھی جتنی اس دن کی تھی۔سب بہت خوش تھے لیکن دوسری طرف دل میں عجیب سی اداسی بھی تھی۔ہمارے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ کل ہمارے بھائی ہمارے ساتھ نہیں ہوں گے۔جس دن بھائی کی شہادت ہوئی تھی اسی رات ہمارے والد محترم مرکز میں تھے۔والد محترم کے ساتھ بھائی بھی گئے تھے۔صبح چھ بجے بھائی اور ابو جان آئے اور ناشتہ کیا پھر ابوجان کو کال آئی تو فوراً تیار ہونا شروع ہوگئے۔بھائی نے ابو جی سے کہا: میں آپ کو اکیلے نہیں جانے دوں گا۔میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا، امی جان نے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں رکے۔جب ابو جان جانے لگے تو بھائی امی جان کے پاس آگئے اور ہم سب سے مل کر امی کے سامنے رک گئے اور بولے امی جان مجھے اجازت دیں۔امی جان نے بھائی کے سر پر پیار کیا اور بھائی، ابو جی کے ساتھ چلے گئے۔بعد میں ہمارے بڑے بھائی اور ماموں بھی چلے گئے۔ابھی دو یا تین گھنٹے گزرے ہی تھے کہ فون آگیا کہ عمر بھائی کی شہادت ہوگئی ہے۔

عمر بھائی کی شخصیت بہت اچھی تھی ہر وقت وہ دوسروں کے کاموں میں مصروف رہتے تھے کبھی ابو جان کے ساتھ کبھی امی جان کے ساتھ کاموں میں ہاتھ بٹھاتے تھے اور ہمارے بھی سارے کام کرتے تھے۔وہ اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ منہاج القرآن کی دیگر سرگرمیوں میں بھی ابوجان کے ساتھ جایا کرتے تھے ہر ایک سے پیار اور محبت کرتے تھے۔ہر کوئی ان سے بہت خوش تھا وہ کسی سے بھی بدتمیزی نہیں کرتے تھے۔کبھی بھی کسی کام کا انکار نہیں کرتے تھے۔ان کو صرف ایک ہی فکر ہوتی تھی کہ انقلاب کیسے آئے گا جب بھائی کی شہادت ہوئی تو ابو جان نے کہا "عمر بیٹا تم مجھ سے سوال کیا کرتے تھے کہ انقلاب کیسے آئے گا تو آپ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرکے ثابت کردیا اس طرح انقلاب آتا ہے۔ ہم سب کو فخر ہے کہ ہمارے بھائی نے اس عظیم مشنِ مصطفوی کے لیے شہادت دی۔

الحمدللہ جس طرح ہمارے قائد شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ایک جرأت مند اور باحوصلہ شخصیت ہیں اسی طرح ان کے کارکنان بھی پرعزم، پرجوش، حوصلہ اور صبر و ضبط والے ہیں۔بہت سی فیملیز ایسی بھی ہیں کہ جن کے گھر کا واحد کفیل قید کر دیا گیا تھا مگر ان کے لبوں پر بھی کوئی حرف شکایت نہیں آیا۔

قبلہ اوّل مسجد اقصی، خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کے بعد مسلمانوں کا تیسرا مقدس ترین مقام ہے جو فلسطین کے دارالحکومت" القدس" جسے" بیت المقدس"بھی کہا جاتا ہے،کے مشرقی حصے میں واقع ہے۔القدس کو یورپی زبانوں میں "یروشلم" کہتے ہیں۔القدس پہاڑیوں پر آباد ہے اور انہی میں سے ایک پہاڑی کا نام"کوہِ صیہون" ہے جس پر "مسجد اقصی" اور"گنبد الصخرہ" واقع ہیں۔ یہ یروشلم کی سب سے بڑی مسجد ہے جس میں بیک وقت پانچ ہزار نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں، جبکہ مسجد کا صحن ایک وسیع احاطے پر مشتمل ہے جو ہزاروں افراد کے اجتماع کی گنجائش رکھتا ہے۔

مسجد اقصی ایک ایسا مقدس مقام ہے جو بیک وقت مسلمانوں، یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے بے پناہ اہمیت اور فضیلت کا حامل ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ مقام تاریخ کے سبھی ادوار میں نمایاں اہمیت اور بہت سی جنگی مہمات کا مسبب و مرکز رہا ہے۔ اپنی اسی تاریخی اور مذہبی اہمیت کے پیشِ نظر شہر بیت المقدس مختلف ادوار میں مختلف اقوام کے زیر قبضہ رہا۔ تاہم مسجد اقصی کی تاریخ نہایت قدیم اور دلچسپ ہے اس کی تعمیر سے متعلق مختلف اقوال اور روایات مشہور ہیں۔

ایک روایت کے مطابق زمین پر سب سے پہلی مسجد، مسجد اقصی ہے لیکن قرآن و حدیث سے یہ بات درست ثابت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ ھُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ(۹۶)

بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لئے (مرکزِ) ہدایت ہے۔ اسی طرح بخاری شریف میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول سب سے پہلے کونسی مسجد بنی تو آپ ﷺ نے فرمایا: مسجد حرام، پھر کونسی تو فرمایا: مسجد اقصی ۔ "أربعین سنة" (بخاری، فی أحادیث الأنبیاء، حدیث: ۳۳۶۶)۔

مسجد اقصی کو عیسائیوں کے اس قبضہ سے سلطان صلاح الدین ایوبی نے آزاد کرایا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے قبلۂ اول کی آزادی کے لئے تقریبا 16 جنگیں لڑیں۔ اور بالآخر پیہم معرکہ آرائیوں کے بعد سن 1187ء میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس کو صلیبیوں سے آزاد کروالیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے مسجد کو دوبارہ اپنی پہلی حالت میں تعمیر کیا اور عیسائیوں کے تمام نشانات اور توسیع کا خاتمہ کیا۔ اس کے بعد مسجد طویل عرصہ مسلمانوں کے ماتحت رہی

اور ایک روایت میں ہے کہ مسجد بیت الحرام کو ابن آدم کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے فرشتوں نے تعمیر کیا۔ اس قول کو مجاہد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ: بیت اللہ کو زمین سے دو ہزار سال قبل بنایا گیا، پھر وہیں سے زمین پھیلائی'' ''ثم دُحِیَتِ الأرضُ منہ'' (المستدرک:۲؍ ۸۵)۔

ان دونوں روایات کو حوالہ بناتے ہوئے امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ان اقوال سے یہ بات ثابت ہوئی کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بیت الحرام کے اور سیدنا سلیمان علیہ السلام مسجدِ اقصیٰ کے مجدّد ہیں، نہ کہ مؤسس یعنی بنیاد رکھنے والے۔ (الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص:۸-۱۰)

مسجد اقصیٰ یروشلم کی سب سے بڑی مسجد ہے جس میں بیک وقت پانچ ہزار نمازی نماز ادا کر سکتے ہیں، جبکہ مسجد کا صحن ایک وسیع احاطے پر مشتمل ہے جو ہزاروں افراد کے اجتماع کی گنجائش رکھتا ہے

تاریخ میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے ادوار کے بارے میں چار مختلف اقوال مقبول ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ سب سے پہلے فرشتوں نے تعمیر کی۔
دوسرا قول یہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے تعمیر کی۔

تیسرا قول یہ ہے کہ سیدنا سام بن نوح علیہ السلام سب سے پہلے تعمیر کرنے والے ہیں۔

اور چوتھا قول یہ ہے کہ سیدنا داؤد اور سلیمان علیہما السلام پہلے تعمیر کرنے والے ہیں۔

ان تمام روایات کو دلیل بنا کر علامہ احمد بن عبد الواحد المقدسی فرماتے ہیں کہ ان سب روایتوں سے یہ ترتیب اخذ کی جا سکتی ہے کہ مسجد اقصیٰ کو سب سے پہلے فرشتوں نے، پھر سیدنا آدم علیہ السلام نے، پھر سیدنا سام بن نوح علیہ السلام نے اور پھر سیدنا داؤد و سلیمان علیہما السلام نے بالترتیب تعمیر کیا ہو۔ ((الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل ص:۸-۱۰) حضرت سلیمان علیہ سلام کی جنات کے ذریعے تعمیر شدہ عبادت گاہ کو'' ہیکل سلیمان'' یا ''Solomon temple '' کہا جاتا ہے جو آج بھی معروف ہے۔

سرزمین انبیاء، فلسطین میں واقع مسجد اقصی کے ساتھ انبیاء بنی اسرائیل کی خاص نسبت کی وجہ سے یہ مقام ہر دور میں اہمیت کا حامل رہا۔ اسی مذہبی لگاؤ اور مستقبل میں اس سے منسوب پیش گوئیوں کی وجہ سے یہ خطہ ہمیشہ سے تنازعات سے دوچار رہا ہے جس کی بنیادی وجہ مسجد اقصی کا قبضہ حاصل کرنا ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ مسجد اقصی کی نسبت، تعلق اور اس کا تقدس اسی طرح ہے جیسے کہ مسجد حرام کا۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ مسجد اقصی مسلمانوں کا قبلہ اوّل ہے اور ہجرت مدینہ کے بعد سولہ سترہ ماہ تک مسلمان اسی کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے تھے تاہم آقا کریم ﷺ کی منشا پر اللہ رب العزت نے تحویل قبلہ کا حکم دیا اور مسجد حرام کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر فرما دیا۔ اور سفر معراج میں آپ ﷺ نے اسی مقام پر تمام انبیاء کی امامت کروائی اور پھر یہاں سے عرش معلی کی طرف تشریف لے گئے۔

تاریخ اسلام میں مسجد اقصی کو سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ بعثت محمدی ﷺ کے وقت یہ خطہ رومی سلطنت کی زیر قبضہ تھا جو کہ اس وقت کی طاقتور ترین سلطنت تھی تاہم آپ ﷺ نے مسجد اقصی کی فتح کے خوشخبری اسی وقت سنا دی تھی اور اس کو قرب قیامت کی ایک اہم نشانی بھی قرار دیا۔ آپ ﷺ نے اپنے زمانے میں رومی سلطنت کی فتح کے لئے ایک لشکر تشکیل فرمایا مگر اس لشکر کی روانگی سے قبل آپ ﷺ اس جہان فانی سے پردہ فرما گئے۔ اس سلسلے کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جاری رکھا اور اس لشکر کو محاذ پر روانہ فرمایا تاہم رومیوں کے خلاف یہ مہم طویل عرصہ جاری رہی حتی کہ ۶۳۸ء حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے دور میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور یروشلم مسلمانوں کے زیر قبضہ آگیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس موقع پر مسجد اقصی تشریف لائے اور صحابہ کرام کے ساتھ مِلکر مسجد کو صاف کیا اور اس کے احاطہ کے اندر جنوبی جانب نماز پڑھنے کی ایک جگہ مخصوص فرمائی۔ یہ جگہ مسجد اقصی کے احاطہ میں ایک اونچی چٹان نما جگہ جسے صخرہ کہا جاتا تھا، کی اگلی جانب بنائی گئی۔ بعد ازاں اسی جگہ پر لکڑی کی ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ ۶۸۸ء میں اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے صخرہ کے اوپر ایک سنہری رنگ کا شان دار گنبد تعمیر کرایا جو 'قبۃ الصخرہ (Dome of ' Rock) کے نام سے معروف ہے اور آج بھی مسجد اقصی کے احاطہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مسجد اقصی عباسی دور تک مسلمانوں کے ماتحت رہی۔ مگر آپس کی خانہ جنگیوں اور سیاسی انتشار کی وجہ عباسی حکومت کمزور پڑنے لگی تو صلیبیوں نے ایک دفع پھر مسجد اقصی پر قبضہ حاصل کرنے لئے سازشیں شروع کر دی۔ اسی دوران فاطمی حکومت نے اپنے استحکام اور سلجوقیوں کے خاتمے کے لئے صلیبیوں سے مدد طلب کی اور اس کے عوض انھیں بہت سے مراعات فراہم کی جن میں ایک مسجد اقصی میں داخلے کی اجازت بھی شامل تھی۔

> حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور یروشلم مسلمانوں کے زیر قبضہ آگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس موقع پر مسجد اقصی تشریف لائے اور صحابہ کرام کے ساتھ مل کر مسجد کو صاف کیا اور اس کے احاطہ کے اندر جنوبی جانب نماز پڑھنے کی ایک جگہ مخصوص فرمائی

مسلمانوں کی آپس کی خانہ جنگی اور کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے صلیبیوں نے فاطمی حکومت سے غداری کر دی اور بیت المقدس پر حملے کے لئے ایک بڑا لشکر تیار کیا جس نے ستر ہزار مسلمانوں کو شہید کیا اور بالآخر 1099ء میں دوبارہ بیت المقدس مسلمانوں سے چھین لیا۔ فتح کے بعد عیسائیوں نے مسجد اقصی میں بہت سے ردوبدل کئے۔ انہوں نے مسجد کے اندر کئی رہائشی کمرے بنا لیے جسے معبد سلیمان کا نام دے دیا۔ علاوہ ازیں مسجد کے اندر عبادت کے لئے گرجا بھی بنالیا۔ نیز متعدد دیگر عمارتوں بھی بنائیں جو بطور جائے ضرورت اور اناج کی کوٹھیوں کے استعمال ہوتی تھیں۔

مسجد اقصی کو عیسائیوں کے اس قبضہ سے سلطان صلاح الدین ایوبی نے آزاد کرایا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے قبلۂ اول کی آزادی کے لئے تقریبا 16 جنگیں لڑیں۔ اور بالآخر پیہم معرکہ آرائیوں کے بعد سن 1187ء میں سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس کو صلیبیوں سے آزاد کروالیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے مسجد کو دوبارہ اپنی پہلی حالت میں تعمیر کیا اور عیسائیوں کے تمام نشانات اور توسیع کا خاتمہ کیا۔ اس کے بعد مسجد طویل عرصہ مسلمانوں کے ماتحت رہی۔ مگر دسمبر 1917 میں پہلی جنگ عظیم کے دوران انگریزوں نے فلسطین پر قبضہ کر کے یہاں یہودیوں کی آبادکاری کا اعلان کر دیا۔ یہود و انصاری کی ملی بھگت اور سازشوں سے نومبر 1947 میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک فیصلہ صادر کیا جس نے ایک نئے عالمی تنازعے کو جنم دیا۔ جنرل اسمبلی نے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کر دیا جس کا اصل مقصد ایک یہودی ریاست یعنی اسرائیل کا قیام عمل تھا۔ اسی فیصلہ کے تحت 1948 میں یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا جس کے نتیجے میں عرب اور اسرائیل کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ کے نتیجے میں فلسطین کا 78 فیصد حصہ اسرائیل کے قبضے میں چلا گیا۔ تاہم مشرقی یروشلم جس میں بیت المقدس بھی شامل تھا اور غرب اردن کے علاقے اردن کے قبضے میں آ گئے۔ بعد ازاں 1967 میں ایک اور جنگ کے نتیجے میں اسرائیل نے بقیہ فلسطین پر بھی قبضہ کر لیا اور مسجد اقصی ایک دفعہ پھر یہودیوں کے زیر تسلط آگئی جو اب تک اُنہی کے زیر قبضہ ہے۔

عیدالاضحیٰ، قربانی کی روح اور ہمارا معاشرہ

عید قربان، عشق خداوند میں سب کچھ قربان کر دینے کا دن

قربانی کا جذبہ ایک عالمگیر حیثیت کا حامل ہے

پروفیسر حلیمہ سعدیہ

غریب و سادہ و رنگین ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین ابتدا ہے اسماعیل

عیدالاضحیٰ کا تہوار ایک مبارک تاریخی پس منظر رکھتا ہے۔ جس کی تفصیل بقول حفیظ جالندھری کچھ یوں ہے:

بشارت خواب میں پائی کہ اٹھ ہمت کا ساماں کر
پئے خوشنودی مولیٰ اسی بیٹے کو قرباں کر

ایک رات حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے خواب میں دیکھا کہ وہ اپنے عزیز از جان بیٹے کو راہ خدا میں قربان کر رہے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اس خواب کو اپنے بیٹے اسماعیلؑ سے بیان کیا اور کہا ”بیٹا تیرا کیا خیال ہے؟“ حضرت اسماعیلؑ نے عرض کیا: ”ابا جان آپ کو جو حکم ملا ہے اس کی تعمیل کریں آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں پائیں گے۔“

بقول حضرت اقبالؒ

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتبہ کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

حضرت ابراہیمؑ بیٹے کی اس اطاعت و فرمانبرداری پر از حد خوش ہوئے اور بیٹے کو ساتھ لے کر جنگل کی طرف چل پڑے جہاں پہنچ کر حضرت ابراہیمؑ نے اپنے پیارے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹا دیا۔ حضرت اسماعیلؑ نے صبر و رضا کی منزل پر فائض ہوتے ہوئے عرض کیا: ”ابا جان آپ میرے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ لیں اور اپنی آنکھوں پر بھی پٹی باندھ لیجئے۔ کہیں آپ کو رحم نہ آجائے۔“

بقول حفیظ جالندھری:

غرض دنبہ ہوا قربان اسماعیل کے صدقے
ہوئی یہ سنت اس ایمان کی تکمیل کے صدقے

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضرت اسماعیلؑ کی جگہ ایک دنبہ کی قربانی کا فیصلہ فرما دیا اور حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کو بھی قبول کر لیا۔ اور یہی وہ قربانی ہے جو بارگاہِ الٰہی میں ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار ہمیشہ کے لیے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائے اور آج بھی ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو تمام عالم اسلام اس ذبح عظیم کی یاد تازہ کرتا ہے۔

سرورِ کونین محمد مصطفی ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

”اللہ کے نزدیک قربانی کے دن قربانی کا خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل نہیں ہے۔ قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔“

یہاں یہ امر خصوصاً قابلِ غور ہے کہ قربانی کی اصل روح تقویٰ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اللہ کو ان جانوروں کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا بلکہ اس کو تمہاری جانب سے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔“ (الحج)

جانور ذبح کر کے گوشت کھانا ہی اگر قربانی کا مفہوم مان لیا جائے تو اس سے بڑی غلطی اس ضمن میں اور کیا ہو گی؟ اسوہ

ابراہیمی جس قربانی کا درس دیتا ہے وہ صرف جانور کی قربانی نہیں ہے یہ تو قربانی کی علامت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر کر دی ہے تاکہ وہ ان مویشی چوپایوں پر جو اللہ نے انہیں عنایت فرمائے ہیں (بوقتِ ذبح) اللہ کے نام کا ذکر کریں۔“ (الحج: ۳۴)

قربانی کے جانور کو ذبح کر کے ہم اللہ رب العزت کے حضور اپنا اخلاص ثواب کی امید اور صالح نیت کو پیش کرتے ہیں۔ گویا اسلامی تعلیمات کے مطابق قربانی کا مقصد صرف اللہ کی رضا کی طلب ہو، اس کا مقصد تفاخر، ریاکاری، شہرت کی خواہش یا محض عادت نہ ہو۔ اسی طرح دیگر تمام عبادات کے ساتھ اگر اخلاص اور تقویٰ مقرون نہ ہوں وہ اس چھلکے کی مانند ہیں جس کے اندر مغز نہ ہو اور اس کی مثال اس جسم کی مانند ہے جس کے اندر روح نہ ہو۔ یہ امر لازم و ملزوم ہے کہ جو متقی ہوگا وہ مخلص بھی ہوگا۔ اور جو مخلص ہوگا وہ تقویٰ کا پابند ہوگا۔ ایسا ممکن نہیں کہ دونوں ایک دوسرے کے بغیر پائے جائیں۔ یہی قربانی کا اصل فلسفہ ہے۔ اور اگر قربانی کرنے پر یہ اصلی و حقیقی مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو تو سمجھ جانا چاہیے کہ قربانی کا یہ عمل رائیگاں ہے۔

یعنی اخلاص نیت کے بغیر کوئی بھی عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا درجہ نہیں پاسکتا۔ اس لیے ”قربانی“ کے عمل میں بھی خلوص نیت کا ہونا ضروری ہے۔ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”اے نبیؐ! کہہ دیجئے، بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے۔“ (الانعام: ۱۶۲)

اسی طرح سیدنا ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالص اسی کے لیے ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔“ (صحیح النسائی: ۳۱۴۰)

”قربانی“ کا یہ عمل درحقیقت اس بات کا اظہار ہے کہ اللہ کی راہ میں قربانی دینے والا بندہ خدا اپنی جان، مال، تمام پیاروں اور تمام خواہشاتِ نفسانی پر محبتِ حقیقی کو ترجیح دیتا ہے۔ گویا قربانی کا مقصد اپنے اندر ”تقویٰ“ کی صفت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے تمام اعمال میں خلوص نیت کو بنیاد بنانا ہے۔ یعنی نیک اعمال کو انجام دیتے وقت ہمارے دلوں میں کوئی ریاکاری کا جذبہ یا بناوٹ یاد کھاوا نہ ہو اور دورِ حاضر کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم ”ریاکاری“ میں اس بری طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ اس ریاکاری کے رویے کو دور کرنے کو تیار نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج کل ”قربانی“ جیسے اہم دینی فریضے اور ”سعادت“ کو ہم نے اسٹیٹس دکھانے کا ذریعہ بنالیا ہے۔ قربانی اور ایثار اور باہمی ہمدردی کا جذبہ تو کہیں ماضی میں ہی کھو گیا ہے۔ آج کے دور میں تو مہنگے سے مہنگا جانور محض اس لیے خریدا اور قربان کیا جاتا ہے کہ سوسائٹی معاشرہ میں ہماری تعریفیں ہوں۔ ہم اپنے دوست احباب اور رشتہ داروں میں افضل مرتبہ پر فائض اور امیر کبیر سمجھے جائیں اور یہ بات بھول جاتے ہیں کہ جس نے بھی اپنا نیک عمل لوگوں کے دکھانے کے لیے کیا اس کے نیک اعمال تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ جیسا کہ نبی کریم محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا:

”میں تم پر سب سے زیادہ جس چیز سے ڈرتا ہوں وہ ہے شرک اصغر! صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ یہ شرک اصغر ہے کیا چیز؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شرکِ اصغر ریاکاری اور دکھاوا ہے۔ (پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ سنو) کہ بروز قیامت رب العالمین یہ ارشاد فرمائے گا کہ اے لوگو دنیا کے اندر جن جن کو دکھانے کے لیے تم نیک اعمال انجام دیتے تھے آج ان کے پاس جاؤ اور جا کر دیکھو کہ کیا ان کے پاس تمہارے لیے کوئی اجر و ثواب اور بدلہ ہے۔ (مسند احمد: ۲۳۶۳۰، والسلسلۃ الصحیحۃ للالبانی: ۹۵۱)

شریعت اسلامی کی رو سے قربانی کے گوشت کے تین برابر حصے کیے جاتے ہیں۔ ایک حصہ اپنے لیے، دوسرا حصہ رشتے داروں اور دوستوں کے لیے اور تیسرا حصہ مساکین کے لیے۔ اور قربانی سے جو سبق امت مسلمہ کے ہر فرد کو ملتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم ہر طرح کے شرک و کفر سے دوری اختیار کر کے موحد بن جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ قربانی کا جانور قربان کرتے ہوئے جو دعا پڑھی جاتی ہے اس میں یہ آیت بھی موجود ہے۔

''قربانی'' کا یہ عمل در حقیقت اس بات کا اظہار ہے کہ اللہ کی راہ میں قربانی دینے والا بندہ خدا اپنی جان، مال، تمام پیاروں اور تمام خواہشاتِ نفسانی پر محبتِ حقیقی کو ترجیح دیتا ہے۔ گویا قربانی کا مقصد اپنے اندر ''تقویٰ'' کی صفت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے تمام اعمال میں خلوص نیت کو بنیاد بنانا ہے۔ یعنی نیک اعمال کو انجام دیتے وقت ہمارے دلوں میں کوئی ریاکاری کا جذبہ یا بناوٹ یاد کھاوا نہ ہو اور دورِ حاضر کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم ''ریاکاری'' میں اس بری طرح جکڑے ہوئے ہیں کہ اس ریاکاری کے روے کو دور کرنے کو تیار نہیں

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

''آپ فرما دیجئے کہ یقیناً میری نماز اور میری ساری عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔ (الانعام: ۱۶۲،۱۶۳)

''قربانی'' سے ہمیں جو دوسرا سبق ملتا ہے وہ اتباعِ سنتِ رسول ﷺ کا درس ہے اور نبی کریم ﷺ نے امت مسلمہ کو جو تعلیم دی ہے اس کے مطابق عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ لینے کے بعد ''قربانی'' کے جانور کو ذبح کرنے کی تلقین ہے۔ حضرت براہ بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ:

میرے ماموں نے عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھنے سے پہلے ہی اپنے جانور کو ذبح کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''نماز سے پہلے تمہارا جانور ذبح کرنا یہ صرف گوشت ہے قربانی نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ سنو! ''جس نے بقر عید کی نماز پڑھنے سے پہلے اپنے جانور کو ذبح کر لیا تو اس نے محض اپنے نفس کے لیے ہی ذبح کیا اور جس نے نماز کے بعد ذبح کیا تو اسی کی قربانی قابل قبول ہے اور ایسا کرنے والا ہی مسلمانوں کی سنت کو پائے گا۔ (صحیح بخاری: ۵۵۴۶، صحیح مسلم: ۱۹۶۱)

تو یہ امر واضح ہے کہ عیدالاضحیٰ کا بنیادی فلسفہ ہی قربانی و ایثار اور خلوص کے ساتھ راہ خدا میں متاعِ عزیز کو نچھاور کرنا ہے اور اگر عیدالاضحیٰ سے قربانی کا تصور نکال دیا جائے تو پھر عیدالاضحیٰ کا مفہوم ختم ہو جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عید کی خوشیوں میں ہم ان گھرانوں کو ضرور یاد رکھیں کہ جو سفید پوشی کی چادر اوڑھے صبر اور رضا کی منزل پر فائض ہیں۔ اور وہ لوگ جو یتیم و مساکین سے ہمدردی ان کے سوال کیے بغیر ہی کر دیتے ہیں، اللہ رب العزت کو پسند ہیں۔

اس موقع پر ہمیں چاہیے کہ ہم ان افراد کو ضرور یاد رکھیں جو سال بھر روکھی سوکھی کھاتے ہیں اور عیدالاضحیٰ کے موقع پر قربانی کا گوشت ان کے لیے نعمتِ خداوندی ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رازق ہے اور اسے اپنے بندوں میں بھی وہ بندے پسند ہیں جو مخلوقِ خدا کو رزق پہنچانے کا شوق رکھتے ہیں۔

گویا عید قربان منانے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر وہی روح، اسلام و ایمان کی وہی کیفیت اور خدا کے ساتھ محبت و وفاداری کی وہی شان پیدا ہو جس کا مظاہرہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی زندگی میں کیا ہے۔ سمجھا جائے تو ''عیدالاضحیٰ'' اک جانب اپنے تاریخی پس منظر کے سبب اسوہ ابراہیمی کی یادگار بھی ہے اور اللہ رب العزت کے دین کے مکمل ہونے کا جشن بھی۔ دوسری جانب اگر عصرِ حاضر میں نگاہ دوڑائیں تو احساس ہوتا ہے کہ امتِ مسلمہ خود اپنی ہی کوتاہیوں کے سبب مشکلات کا شکار ہے۔ جھوٹ، فریب، دکھاوا، خود غرضی جیسی منفی عادتیں اب ہماری پہچان بنتی جا رہی ہیں۔

ہمارے یہاں عموماً سال کے بارہ مہینوں میں سے آٹھ ماہ گرمی پڑتی ہے، صرف دو مہینے سردی رہتی ہے تو دو مہینے موسم معتدل سارہتا ہے۔ رواں مہینہ گرمی کی شدت کا مہینہ ہے، مگر اپریل تااگست پورا ملک گرمی کی شدید لپیٹ میں رہتا ہے۔

سورج کی گرمی اور تیز شعاعیں سب سے زیادہ انسانی جلد پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہ اثرات صرف خلیات اور ٹشوز تک محدود نہیں ہوتے، بلکہ ڈی این اے اور جینز تک متاثر ہو سکتے ہیں۔ اس وقت جلد کی سرطان کی ایک بہت بڑی وجہ یہ الٹراوائلٹ شعاعیں ہی ہیں۔

عموماً گرمی میں بہت زیادہ پسینہ آتا ہے، جس کے بعد سارا جسم ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ پسینے کے اخراج سے جسم سے نمکیات (Electrolylets) کا اخراج بھی بڑھ جاتا ہے۔ نتیجتاً جسم میں نمکیات کا توازن بگڑ جاتا ہے، جو مختلف بیماریوں اور پیچیدگیوں کا باعث بن سکتا ہے۔ گرمی کی شدت سے بعض اوقات جسم کا درجۂ حرارت بھی بڑھ جاتا ہے۔ جس سے Heomostasis کا نظام غیر متوازن ہوتا ہے اور درجۂ حرارت کا نظام (Thermo regulation) بھی غیر متوازن ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں فرد کو مسلسل بخار رہتا ہے۔ جس کا اگر بروقت اور درست علاج نہ کروایا جائے تو مریض کی موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔

گرمی کی مسلسل تپش سے جسم کی بیرونی جلد پر Heat Crams بھی پڑ جاتے ہیں۔ یہ مرض زیادہ تر 16 سال سے 40 سال تک کی عمر کے افراد میں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے پیٹ اور ٹانگوں کے عضلات بہت کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اور جسم کو سکڑنے اور پھیلنے میں بہت درد محسوس ہوتا ہے۔ اس کا علاج صرف فزیوتھراپی ہے۔ دافع درد ادویہ اس مرض کیلئے سودمند نہیں۔

سب سے پہلے تو آپ گرمیوں میں پانی کی مقدار بڑھا دیں تاکہ جسم میں پانی کی کمی نہ ہو اس کیلئے آپ مشروبات کا استعمال بھی کر سکتے ہیں، جس میں لیموں پانی، ستو، لسی اور گنے کا رس قابل ذکر ہیں، جو جسم کے درجہ حرارت کو کم کرنے میں مددگار ہیں، اس کے علاوہ سبزیوں کا استعمال بھی بڑھادیں تاکہ گرمی کی شدت سے ہمارا معدہ تندرست رہے

40 سال تک کی عمر کے افراد کو Heat Exhiaustion بھی ہو جاتی ہے۔ یہ مرض ہیٹ کرمز سے زیادہ خطرناک ہے۔ یہ گرمی کی شدت اور سورج کے براہ راست کرنوں سے متاثر ہونے کے سبب زیادہ لاحق ہو سکتا ہے۔ یہ مرض عموماً زیادہ عمر کے لوگوں کو ہو جاتا ہے۔ البتہ یورپ میں اس

کے مریض بہت زیادہ، مگر مختلف عمر کے پائے جاتے ہیں۔ یہ مرض جسم کے دفاعی نظام پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بروقت تشخیص و علاج نہ ہونے کے سبب موت کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ایسے زیادہ تر امراض کا شکار، وہ افراد ہوتے ہیں، جو کارخانوں، فیکٹریوں یا تعمیراتی کاموں پر ہوتے ہیں۔ وہ افراد جن کے ذمے دھوپ میں ڈیوٹی انجام دینا ہو، مثلاً سکیورٹی گارڈز، ٹریفک سارجنٹس ، اور ایسے افراد جنہیں سر چھپانے کا ٹھکانہ میسر نہ ہو یا فوج، پولیس کے محکموں سے وابستہ افراد بھی ان امراض کا شکار ہو سکتے ہیں۔ نیز وہ افراد بھی، جو دن بھر شدید گرمی میں بھوکے، ننگے پھرتے رہیں اور رات کو کھلے آسمان تلے سو جائیں تو انہیں Hyper Thermia کا مرض لاحق ہو جانے کے امکانات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ ہلکے پھلکے اور ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہنیں، جب بھی پسینہ آئے تو فوراً ہوا میں نہ جائیں، پہلے اسے خشک کریں پھر ہوا میں بیٹھیں۔ پانی کا استعمال، جس قدر بڑھا سکیں، بڑھا دیں، تاکہ جسم کے اندرانی نظام کچھ حد تک توازن میں رہیں۔

> موسم گرما میں باہر کی اشیاء کھانے سے مکمل پرہیز رکھیں کیونکہ یہی کھانے ہیضہ، یرقان اور دست کا موجب بنتے ہیں، اس سے بہتر ہے کہ آپ تازہ سبزیوں اور پھلوں کا استعمال کریں، گلے سڑے پھلوں اور سبزیوں کے استعمال سے گریز کریں، اس کے علاوہ ایسا کھانا جو زیادہ دیر فریج میں پڑا رہے، اسے بھی استعمال میں نہ لائیں کیونکہ یہ بھی جراثیم کا سبب بنتا ہے اور آپ کو بیمار کر سکتا ہے

احتیاطی تدابیر برائے موسم گرما:

موسم گرما کا آغاز ہو چکا ہے اور ماہرین موسمیات کے مطابق اس سال گرمی زیادہ ہونے کا امکان ہے، بہر حال موسم کوئی بھی ہو ہمیں احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے لیکن باقی موسموں کی نسبت ہمیں گرمی کی شدت سے بچنے کیلئے احتیاطی تدابیر اپنانے کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے کیونکہ اگر آپ احتیاط نہیں کرتے تو اس گرم موسم میں آپ بیمار پڑ سکتے ہیں اور کئی ایسی بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں جو جان لیوا بھی ہیں، موسم گرما کے امراض میں لو لگنا، سر درد ہونا، بخار ہو جانا، پھوڑے پھنسیاں نکل آنا، بھوک کی کمی، فوڈ پوائزنگ، دست لگ جانا، گھبراہٹ کا ہونا، پیچش، ہیضہ اور یرقان شامل ہیں۔

گرمی کے موسم میں پسینہ زیادہ آتا ہے، اس کیلئے آپ ڈیوڈرنٹ کا استعمال کریں تاکہ پسینے کی بو سے محفوظ رہ سکیں، اس کے علاوہ موسم گرما میں آنکھیں بھی خراب ہو جاتی ہیں، اس لئے باہر نکلتے وقت دھوپ سے بچاؤ کیلئے چشمہ استعمال کریں اور دن میں 5 سے 6 مرتبہ ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھوئیں اور آنکھوں پر پانی ڈالیں، پیدل چلنے والے خواتین و حضرات چھتری کا استعمال ضرور کریں کیونکہ تیز سورج کی شعائیں اور ان کی تپش سے آپ کی جلد خراب ہو جاتی ہے یا جل بھی سکتی ہے، کیونکہ چہرے کی جلد انتہائی نازک ہوتی ہے۔

گرمی سے بچاؤ کیلئے مزید کیا کیا حفاظتی تدابیر اپنائی جائیں؟

سب سے پہلے تو آپ گرمیوں میں پانی کی مقدار بڑھا دیں تاکہ جسم میں پانی کی کمی نہ ہو اس کیلئے آپ مشروبات کا استعمال بھی کر سکتے ہیں، جس میں لیموں پانی، ستو، لسی اور گنے کا رس قابل ذکر ہیں، جو جسم کے درجہ حرارت کو کم کرنے میں مددگار ہیں، اس کے علاوہ سبزیوں کا استعمال بھی بڑھا دیں تاکہ گرمی کی شدت سے ہمارا معدہ تندرست رہے اور ہمارا جسم بھی گرمی کی شدت اور اثرات سے محفوظ رہ سکے، سبزیوں کے ساتھ دہی، کھیرے اور پودینے کا رائتہ بھی گرمیوں میں انتہائی مفید ہوتا ہے، یہ ہمارے کھانوں کے جلد ہاضمے کیلئے بہت ضروری ہے۔

گرمیوں میں ہمیشہ تازہ خوراک کا استعمال کریں، باسی کھانوں سے اجتناب کریں، موسم گرما میں تربوز، خربوزہ، کھیرا،

انگور اور لیموں کا استعمال زیادہ سے زیادہ کرنا چاہئے، کیونکہ ان میں پانی کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اور یہ جسم کا درجہ حرارت کم رکھنے میں بھی مدد کرتے ہیں اور ان کے استعمال سے خون بھی پتلا رہتا ہے، جس سے بلڈ پریشر کے مریضوں کو بھی فائدہ ہوتا ہے۔

دن میں 5 سے 6 مرتبہ ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھوئیں اور آنکھوں پر پانی ڈالیں، پیدل چلنے والے خواتین وحضرات چھتری کا استعمال ضرور کریں کیونکہ تیز سورج کی شعائیں اور ان کی تپش سے آپ کی جلد خراب ہو جاتی ہے یا جل بھی سکتی ہے، کیونکہ چہرے کی جلد انتہائی نازک ہوتی ہے۔

بوڑھے اور ایسے افراد جو دل کے امراض میں مبتلا ہیں، ان کی احتیاط خاص طور پر کریں، انہیں ٹھنڈے کمرے میں رکھیں جہاں تازہ ہوا بھی آتی ہو، اس کے علاوہ غیر ضروری طور پر گھر سے باہر نہ نکلیں، خاص طور پر دوپہر 12 بجے سے شام 4 بجے تک ہر گز باہر نہ جائیں اور اگر باہر جانا ضروری ہے تو سر اور چہرے کو کسی کپڑے سے ڈھانپ کر نکلیں، چہرے پر سن بلاک کا استعمال ضرور کریں اور اپنے ساتھ پانی کی بوتل ضرور رکھیں، گرمیوں میں کپڑے ڈھیلے ڈھالے پہنیں اور ایسے کپڑوں کا انتخاب کریں جو ہلکے رنگ کے ہوں، کیونکہ تیز رنگ سورج کی گرمی کو جذب کرتے ہیں۔

ایسے افراد جو بیمار ہیں، ان کا زیادہ خیال رکھیں، گرمی میں بچوں کو باہر نہ جانے دیں، اگر خدانخواستہ کسی کو ہیٹ اسٹروک یعنی لو لگ جائے تو اسے فوراً اسپتال پہنچایا جائے یا قریبی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں، موسم گرما میں باہر کی اشیاء کھانے سے مکمل پرہیز رکھیں کیونکہ یہی کھانے ہیضہ، یرقان اور دست کا موجب بنتے ہیں، اس سے بہتر ہے کہ آپ تازہ سبزیوں اور پھلوں کا استعمال کریں، گلے سڑے پھلوں اور سبزیوں کے استعمال سے گریز کریں، اس کے علاوہ ایسا کھانا جو زیادہ دیر فریج میں پڑا رہے، اسے بھی استعمال میں نہ لائیں کیونکہ یہ بھی جراثیم کا سبب بنتا ہے اور آپ کو بیمار کر سکتا ہے۔

گرمیوں میں گھر کی صفائی کا خاص خیال رکھیں، مچھروں، مکھیوں اور کیڑے مکوڑوں سے محفوظ رہنے کیلئے گھر میں اسپرے کروائیں، گرمی سے محفوظ رہنے کیلئے روزانہ غسل لیں، اگر گرمی کی شدت زیادہ ہو تو دن میں دو بار غسل کرنا بیماری سے بچاؤ کا بہترین ذریعہ ہے، گرمیوں میں اکثر بچے دریا یا نہر کا رخ کرتے ہیں، انہیں اس طرف نہ جانے دیں کیونکہ نہر یا دریا میں نہانا خطرے سے خالی نہیں، اس میں جان کا خطرہ ہر وقت رہتا ہے، آج کل محفوظ سوئمنگ پول موجود ہیں، جہاں بچوں کو بھیجا جا سکتا ہے۔

تعزیتی پیغام

چیف ایڈیٹر دختران اسلام اور مرکزی نائب ناظم اعلیٰ میڈیا افیئر نور اللہ صدیقی کے والد محترم محمد رفیق بقضائے الٰہی اس دار فانی سے دار بقا کی طرف انتقال فرما گئے ہیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون

والد کی موت ہماری زندگی کا سب سے تکلیف دہ لمحہ ہے۔افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ، صرف وہی شخص محسوس کر سکتا ہے جس نے اپنے والد کو کھو دیا ہے، یہ ایک ناقابل برداشت درد ہے۔

والد کو کھونا تکلیف دہ ہے، لیکن خدا کی شفقت ہمیشہ کی زندگی کا وعدہ کرتی ہے

اس غم کی گھڑی میں اپنی جانب سے اور دختران اسلام کے تمام سٹاف کی جانب سے چیف ایڈیٹر کی خدمت میں تعزیت پیش کرتی ہوں ، اللہ رب العزت آپ کو اور تمام متعلقین ومحبین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، اور مرحوم والد گرامی کو اعلیٰ علیین میں مقام بلند نصیب فرمائے۔آمین

(ثناء وحید۔ایڈیٹر دختران اسلام)

گلدستہ

بقرعید کی بڑی تیاریاں

گوشت کھائیں مگر اعتدال کے ساتھ

مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین

افغانی دم کباب

گوشت (چربی کے ساتھ)	آدھا کلو
پیاز	2
ٹماٹر	250 گرام
ہری مرچ	2
کالی مرچ پاؤڈر	1 چائے کا چمچ
ادرک لہسن کا پیسٹ	2 چائے کے چمچ
انڈا	1
چاول کا آٹا	2 کھانے کے چمچ
تیل	حسب ضرورت
مرغی مسالہ	آدھا پیکٹ (50 گرام)

طریقہ کار:

ایک چوپر میں گوشت، پیاز اور ہری مرچیں ملا کر باریک پیس لیں۔

مرغی مسالہ، کالی مرچ پاؤڈر، ادرک لہسن کا پیسٹ، انڈا اور چاول کا آٹا ملا کر اچھی طرح گوندھ لیں۔

ٹماٹروں کو چھڑک کر 2 انچ کے ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔

پکانے کے لیے، مٹھی بھر گوشت کے مکسچر کو سیخوں پر 1 انچ لمبے کبابوں میں، ٹماٹروں کے ساتھ گھیرے ہوئے بنائیں۔

کبابوں کو گرم کوئلوں پر باربی کیو کریں، یا متبادل طور پر، کبابوں کو شاشلک کی چھڑیوں کی شکل دیں اور ایک اتلی پین میں بھونیں۔

اضافی ذائقہ کے لئے کوئلے کے ٹکڑے کے ساتھ دھواں۔

عید قربان پر گوشت ضرور کھائیں مگر کتنا اور کیسے؟

عید پر گوشت کھائیں لیکن اعتدال کیساتھ،طبّی ماہرین عیدالاضحیٰ کے موقع پر سُنت ابراہیمی کی ادائیگی کے لیے ہر صاحبِ حیثیت مسلمان پر جانور کی قربانی فرض کی گئی ہے جس پر عمل کرتے ہوئے گائے، بھیڑ، بکرے، اونٹ اور دنبے کی قربانی کی جاتی ہے۔

مذہبی فریضہ انجام دینے کے بعد دنیا بھر کے مسلمانوں کی جانب سے عید کی خوشیوں کو بہت اہتمام سے منایا جاتا ہے۔

بے شک گوشت جسم کو طاقت بخشتا ہے، خون پیدا کرتا ہے اور انسان کی صحت کا ضامن بھی ہے لیکن گوشت کا زیادہ استعمال مضرصحت بھی ہے۔

غذائی ماہرین کا کہنا ہے کہ عید پر گوشت کھائیں لیکن اعتدال کیساتھ بصورت دیگر زیادہ گوشت کھانا آپ کو اسپتال کا راستہ دکھا سکتا ہے۔

غذائی ماہرین نے بلڈپریشر، امراض قلب اور شوگر کے مریضوں کو احتیاط کرنے کامشورہ دیدیا۔ڈاکٹروں کا کہنا ہے گوشت کے ساتھ سلاد ،لیموں اورپانی کازیادہ استعمال کریں۔

پروفیسر ڈاکٹر صومیہ اقتدار کا کہنا ہے کہ ایک ہتھیلی کے برابر گوشت کا پیس استعمال کرسکتے ہیں، کلیجی، سری، پائے کھانے سے بلڈ پریشر لازمی بڑھے گا۔ ملک شیک، لسی، پانی، سلاد کا استعمال کریں، عید کے دنوں میں ورزش لازمی کریں، دہی لازمی کھائیں۔

ڈاکٹروں کا کہنا ہے جانور کو ذبح کرنے کے بعد دیر تک لٹکایں تاکہ خون کا اچھی طرح اخراج اور کھانے میں آسان ہو۔

پروفیسر جاوید اکرم کا کہنا ہے کہ جو جانور بھی ذبح کریں اسکا خون لازمی مکمل لٹکا لٹکا کر نکالیں تاکہ گوشت ٹھیک بنے ورنہ بیمار کرسکتا ہے۔

مزے مزے کی ڈشیں اپنی جگہ لیکن بھوک کے مطابق کھانا حفظان صحت کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔

بڑی عید کی بڑی تیاریاں

بقرعید یا عید قرباں پر گوشت کی تقسیم سے کھانوں کی تیاری تک کا مرحلہ خواتین کے لیے کافی مشکل اور تھکا دینے والا عمل ہوتا ہے۔ عورتیں اس تہوار میں اپنا بیش تر وقت باورچی خانے میں گزارتی ہیں، کیوں کہ بقرعید کے بعد کئی دن تک گوشت کے پکوان گویا لازم وملزوم ہیں۔ اہل خانہ بھی ان دنوں گوشت کے پکوانوں کی توقع رکھتے ہیں۔

سلیقہ مند خواتین اس حوالے سے پیشگی تیاری کر لیتی ہیں، تاکہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام سمیٹا جا سکے۔ سگھڑ خواتین ایک دو روز قبل اپنی تیاریوں پر نظر ثانی کر لیتی ہیں، تاکہ پتا چل سکے کہ سارا کام مکمل ہو گیا ہے یا کچھ کرنا ابھی باقی ہے۔

قربانی کی عید پر خواتین جہاں دیگر تیاریوں میں جوش و خروش سے حصہ لے رہی ہوتی ہیں وہیں ان پر بہت سی ذمہ داریاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ قربانی کا گوشت سنبھالنا، بانٹنا اور پھر پکانا اور آنے جانے والوں کی خاطر مدارت کرنا خواتین کی گھریلو ذمہ داریوں میں اضافہ کردیتے ہیں۔ اگر آپ یہ تمام کام خوش اسلوبی سے سنبھالنا چاہتی ہیں تو پہلے سے تیاری کر لیں۔

- قربانی کی جگہ صاف ستھری ہونی چاہیے۔ قربانی اگر گھر کے اندر ہونی ہے، تو وہاں کی صفائی اور سارا انتظام بھی کروائیں۔ اس کے بعد ایک بالٹی میں پانی کا انتظام رکھیں، تاکہ جانور ذبح ہونے کے بعد کام آسکے۔
- قصاب کے ہاتھ ضرور دھلوایئے اور اوزار بھی صاف کرایئے تاکہ جراثیم کا اندیشہ نہ رہے۔
- گوشت کے لیے علیحدہ برتن رکھیں اور اس پر کپڑا ڈالیں تاکہ مکھیاں نہ آئیں۔
- پہلے سے لسٹ بنا لیں کہ آپ نے کس کس کو گوشت تقسیم کرنا ہے۔
- ایک دن پہلے بازار سے شاپر بیگ لا کر رکھیں اور ان پر نام کی چٹ لگالیں۔
- گوشت کے تین حصے کرلیں اور اپنا حصہ علیحدہ رکھ کر بقایا تقسیم کردیں۔
- اپنے لیے بھی جو گوشت رکھنا ہو شاپر پر چٹ لگالیں۔
- یخنی کا گوشت، کبابوں کا گوشت، پسندے کا گوشت، روسٹ اور قورمہ کا گوشت علیحدہ علیحدہ کرکے رکھیں۔
- مکھیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ململ کا پرانا دوپٹہ لے کر اسے سرکہ ملے پانی میں بھگوئیں اور پھر نچوڑ کر گوشت پر ڈال دیں۔
- عید سے ایک دو دن قبل سلاد کا سامان، پیاز، ٹماٹر، ادرک، ہرا دھنیا اور لیموں وغیرہ منگوا کر رکھیں۔ ادرک اور لیموں کا استعمال، ہاضمے کو درست رکھے گا۔ سلاد سے دسترخوان کی رونق میں اضافہ ہوگا۔
- بقرعید کے دنوں میں، کاموں سے فارغ ہو کر سنک اور نالیوں میں سوڈا ڈالنے کے بعد تیز گرم پانی ڈال دیں، اس طرح پانی کی نالیاں کھلی رہیں گی، ورنہ گوشت کی چکنائی مسلسل جم کر نکاسی کا راستہ بند ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔

فقہی مسائل

انشورنس یا بیمہ پالیسی کا شرعی حکم

بیمہ پالیسی لیتے وقت شرائط وضوابط کو غور سے پڑھیں

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

سوال: انشورنش کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: انشورنس اور بیمہ کے تفصیلی احکامات درج ذیل ہیں:

بیمہ کا لغوی معنٰی

بیمہ کے لئے انگریزی زبان میں Insurance (انشورنس) کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور عربی زبان میں اس کو تامین کہا جاتا ہے۔ ان تینوں الفاظ یعنی بیمہ، انشورنس، تامین کے معنی ''یقین دہانی'' کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار لکھتا ہے ''بیمہ فریقین کے درمیان ایک معاہدے کا نام ہے جس میں ایک فریق (بیمہ کمپنی) دوسرے فریق (بیمہ کرانے والا) کے نامعلوم نقصان کے واقع ہونے پر ایک مقررہ رقم ادا کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور اس کے بدلے دوسرا فریق ایک مقررہ رقم اقساط (پریمیئم) کی شکل میں اس وقت تک ادا کرنے کا عہد کرتا ہے جب تک کہ وہ نامعلوم نقصان واقع نہ ہو جائے۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 14: 456، زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور)

بیمہ کی ابتداء

بیمہ کی ابتداء 1400ء میں اٹلی کے تاجروں نے کی۔

سترہویں صدی عیسوی میں انگلستان میں بیماروں کی امداد کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔

اٹھارہویں صدی میں تاجروں نے اپنی انجمنیں قائم کیں اور تاجر برادری کا جو فرد کسی حادثہ کا شکار ہو جاتا اس کی مشترکہ فنڈ سے مدد کی جاتی۔

تاہم انگلستان سے متعلق قدیم ترین بحری انشورنس کی تاریخ 1547ء بتائی جاتی ہے۔

بیمہ کی اقسام

اس کی مندرجہ ذیل مشہور اقسام ہیں۔

زندگی کا بیمہ

املاک کا بیمہ

اعضاء کا بیمہ

ذمہ داریوں کا بیمہ (مثلاً بچوں کی تعلیم اور شادی وغیرہ)

قیمتی کاغذات اور اسناد کا بیمہ

بیمہ کا طریقہ کار

ایک شخص اپنی زندگی کا بیمہ کرانا چاہے تو اس کا طریق کار یہ ہے کہ بیمہ کمپنی کا ڈاکٹر اس کی حیات کا اندازہ کرتا ہے کہ یہ شخص

اتنی مدت مثلاً بیس سال تک طبعی طور پر زندہ رہنے کے قابل ہے۔ اس کے مطمئن ہونے کے بعد بیمہ کمپنی اور بیمہ دار کے درمیان ایک معاہدہ طے پاتا ہے۔ بیمہ دار جتنی رقم کا بیمہ کرانا چاہتا ہے اسے سالانہ اقساط میں تقسیم کر کے بالا قساط بیمہ کمپنی کو ادا کرتا رہتا ہے۔ ایک مقررہ مدت کے بعد وہ رقم اسے یا اس کے لواحقین کو شرائط کے تحت واپس کر دی جاتی ہیں اور اصل رقم کے ساتھ مقررہ شرح فیصد کے حساب سے کچھ مزید رقم بھی دی جاتی ہے۔ اس رقم کا نام بونس (منافع) رکھا گیا ہے۔

بیمہ علماء کی نظر میں

بیمہ زندگی اصولی طور پر نہایت مفید سکیم ہے جس سے کوئی شہری اپنا اور اپنے بچوں کا معاشی مستقبل محفوظ کر سکتا ہے۔ بس اتنی حد تک درست ہے۔ اسی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے عام علمائے کرام نے اسے جائز قرار دیا ہے حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان حنفی قادریؒ نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔

(امام احمد رضا خان، احکام شریعت: 202، شبیر برادرز)

لہٰذا ہم بھی اسے جائز قرار دیتے ہیں۔

مجوزین بیمہ کے دلائل اور ان کا تنقیدی جائزہ:

مجوزین بیمہ، بیمہ کے حق میں مندرجہ ذیل دلائل دیتے ہیں۔

اس طرح انسان کی دولت بھی محفوظ رہتی ہے اور اس میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

دنیا حوادث کی آماجگاہ ہے۔ حوادث کی صورت میں نقصان کی تلافی ہو سکتی ہے۔

غریب آدمی کے لئے تمام حالات میں رقم پس انداز (جمع) کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بیمہ پالیسی کی صورت میں تھوڑی تھوڑی جمع شدہ رقم یتیموں اور بیواؤں کا سہارا بنتی ہے اور مشکل وقت میں ان کے کام آتی ہے۔

یہ خادم انسانیت نظام ہے جس کا مقصد غریبوں اور محتاجوں کی اعانت ہے۔

شریعت اسلامیہ اجتماعی زندگی میں تعاون و تکافل پر بہت زور دیتی ہے لہٰذا بیمہ تعاون و تکافل کی ایک قانونی اور منظم شکل ہے۔

انسان کے مرنے کے بعد اس کے پسماندگان کی مالی امداد ہو جاتی ہے۔

حادثاتی صورت میں انسان کے سرمایہ کا تحفظ ہوتا ہے۔

بیمہ کے موجودہ نظام کے لئے قابل عمل اصلاحی ترامیم:

بیمہ کمپنی شرکت اور مضاربت کے اصول پر اپنا سرمایہ لگائے۔

جو شخص دو یا تین قسطیں جمع کروا کر باقی اقساط جمع نہ کرے اس کی رقم واپس کر دی جائے البتہ اس سے اخراجات وضع کر لئے جائیں اور بیمہ ہولڈر ایک قسط ادا کرنے کے بعد کسی مرحلہ پر فوت ہو جائے تو معاہدہ کے مطابق کمپنی پوری رقم مرنے والے کے شرعی وارثوں کو ادا کرنے کی پابند ہو جیسا کہ آج کل ہے۔

بیمہ کرانے والوں کو بیمہ کمپنی حصہ دار قرار دے اور ان کے سرمایہ کو حصص قرار دے اور ان کے حصص کا جس قدر اوسط منافع بنتا ہے وہ ان کو دے دیا جائے۔ البتہ کمپنی اپنا کمیشن مقرر کر کے اس کو وضع کر سکتی ہے۔

بیمہ کمپنیوں کو حکومت اپنی تحویل میں لے لے۔

ضروری نوٹ:

بیمہ اور انشورنس جان و زندگی کا ہو یا جائیداد و کاروبار کا، چونکہ براہ راست اس میں سود، جوا وغیرہ نہیں اور بیمہ ہولڈر کمپنی سے کوئی ایسا معاہدہ نہیں کرتا جس میں کوئی غیر شرعی صورت پیدا ہو، پس ہمارے نزدیک یہ کاروبار اصلاً مفید اور شرعاً جائز ہے۔ رہ گیا یہ معاملہ کہ یہ کمپنیاں پریمیئر کی رقوم کو کہاں انوسٹ کرتی ہیں؟ تو ظاہر ہے کہ یہ انوسٹمنٹ زراعت، تجارت، صنعت وغیرہ جائز منصوبوں میں شرعی اصولوں کے مطابق بھی ہو سکتی ہے اور

سود، جوا اور فحاشی کے شعبوں میں بھی، جو حرام ہے۔ اب جائز و ناجائز کا فرق کرنا متعلقہ کمپنیوں پر ہے۔ بیمہ ہولڈرز براہ راست کسی ناجائز کام میں ملوث نہیں۔ اللہ تعالیٰ سودی نظام کو کلیتہً ختم کرنے اور اسلامی نظام معاش اپنانے کی منزل ہمارے لئے آسان فرمائے پس ہماری قطعی رائے یہی ہے کہ بیمہ و انشورنس کی سکیم نہایت مفید اور شرعاً جائز ہے۔

حالت اضطرار میں لائف انشورنس جائز ہے:

لائف انشورنس یا زندگی کا بیمہ وغیرہ کے نام سے جتنے ادارے قائم ہیں ان کے متعلق چند گزارشات پیش ہیں۔

ہماری بینکنگ کا تقریباً تمام کاروبار سود پر چلتا ہے۔ سرکاری، نیم سرکاری یا نجی کمپنیاں، ادارے یا افراد لوگوں سے سرمایہ جمع کرتے ہیں۔ ترغیب دینے کے لئے ان کو انعام، بونس اور حادثات کی صورت میں بڑی بڑی رقوم کی ادائیگی کے وعدے، لوگوں سے سرمایہ جمع کر کے یہ بڑے تاجروں یا کارخانہ داروں کو کاروبار کے لئے زیادہ شرح سود پر وہی رقم قرض دیتے ہیں۔ وہاں سے جو سود ان کو ملتا ہے اس میں سے اپنے اخراجات بھی پورے کرتے ہیں اور باقی رقم سے کھاتے داروں کو بونس وغیرہ کے نام پر رقم ادا کر دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام کاروبار سود کے اصول پر قائم ہے اس لئے اصلاً حرام ہے۔

کفالت عامہ اسلامی حکومت کے فرائض میں شامل ہے یعنی اسلامی حکومت کا فرض اولین ہے کہ اپنے باشندوں کی ضروریات زندگی، رہائش، خوراک، تعلیم، علاج، لباس وغیرہ پوری کرے خواہ روزگار مہیا کر کے خواہ ملازمت کی صورت میں خواہ وظیفہ دے کر جیسا کہ مغربی ممالک میں اور بعض سوشلسٹ ممالک میں یہ اصول مسلم ہے لیکن افسوس کہ اصول دینے والے اسلام کے نام لیوا یہ ذمہ داری پورے کرنے سے ناکام رہے ہیں اور مسلمان کہلانے والے حکمران اس اصول سے انکاری ہیں لہٰذا ہر آدمی سوچتا ہے کہ اولاً میں سود پر مبنی اس تمام نظام معیشت سے منہ موڑ لوں؟ اور اس کے نتیجے میں خود بھی تنگدست رہوں اور مرنے کے بعد پسماندگان کو بھی در در کی ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ جاؤں بصورت دیگر لائف انشورنس والوں کی بات مان لوں اور سودی نظام معیشت سے منسلک ہو کر جیسے تیسے ہو اپنے بچوں کے مستقبل کو محفوظ کر لوں۔ موت کا وقت مقرر ہے مگر ہمیں اس کا علم نہیں۔ یہی سوچ کر ہر انسان اپنے عیال کے لئے تحفظ کا فیصلہ کرتا ہے۔

اگر انشورنس یا دوسرے ادارے عوام سے لیا ہوا سرمایہ نفع و نقصان کی شراکت کے اسلامی اصولوں پر صنعت، تجارت اور زراعت وغیرہ کے شعبوں میں لگائیں تو اس سے منافع بھی سود کے مقابلہ میں زیادہ ہو اور رزق حلال بھی میسر ہو لیکن افسوس کہ سامراج کے ایجنٹ ہمارے حکمران خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کھلا اعلان جنگ کر کے اس سرمایہ کو سود پر لیتے اور سود پر چلاتے ہیں اور مسلمان عوام کو حرام کھلانے پر تلے بیٹھے ہیں چونکہ انشورنس ہولڈر اپنی رقم سود پر نہیں دیتے لہٰذا ان کے حق میں ہر طرح سے انشورنس، بیمہ وغیرہ جائز ہے۔ رہی یہ بات کہ کمپنیاں ان رقوم کو آگے سود پر چڑھاتی ہیں، اس میں دونوں امکان ہیں اولاً یہ کہ صنعت و تجارت، زراعت و دفاع پر نفع و نقصان کی شراکت کے شرعی اصولوں پر رقوم دیں یہ بلاشبہ صحیح و درست ہے یا ضرورت مندوں کو قرض حسنہ کے طور پر دیں یہ بہت اچھی اسلامی سکیم ہے مگر کمپنیاں اس پر عمل نہیں کریں گی کہ ان کے اخراجات پورے نہیں ہو سکتے۔ پس وہ مضاربہ و مشارکہ کے اصولوں کے مطابق یہ نظام کامیابی سے چلا سکتی ہیں۔ پبلک کے لئے بیمہ و انشورنس بہرحال شرعاً درست ہے۔ اگر اس کے خلاف ہماری کوئی تحریر ہو تو اس کو منسوخ سمجھا جائے۔ ہم اس سے رجوع کرتے ہیں۔ دوسری صورت یہ کہ کمپنیاں ان رقوم کو زیادہ شرح سود پر بڑے تاجروں، صنعت کاروں یا زمینداروں میں تقسیم کرتی ہیں یہ بیشک حرام ہے مگر بیمہ ہولڈرز نے تو اپنی رقوم سود پر نہیں دیں پس ان کے لئے بیمہ ہر طرح سے جائز ہے۔

المختصر آپ، اپنی، گاڑی، مکان، دوکان، فصل، کاروبار وغیرہ سب کی انشورنس کروا سکتے ہیں جائز ہے۔

لائف انشورنس کمپنی میں ملازمت کرنا:

لائف انشورنس کے جو ادارے کام کر رہے ہیں ان میں ہر عہدہ پر ملازمت کرنا جائز ہے کوئی ممانعت نہیں ہے۔

سوال: ایزی پیسہ سے ملنے والے کیش بیک کی شرعی حیثیت دلائل سے واضح کیجئے۔

جواب: کیش بیک کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں: اگر ایزی پیسہ ایپ کے ذریعہ سے یوٹیلٹی بلز جمع کرانے، دوسرے اکاؤنٹس میں پیسے منتقل کرنے یا خرید و فروخت کرنے کی صورت میں ادا کی گئی رقم کا کچھ حصہ واپس کر دیا جائے تو یہ عمل جائز ہے۔ اس طرح واپس آئی ہوئی رقوم قبول اور استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

کیش بیک کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایزی پیسہ کمپنی اپنے صارفین پر شرط عائد کرے کہ ایک متعین رقم معینہ مدت تک کیلئے اکاؤنٹ میں جمع کریں گے اور اس مدت کے عوض کمپنی صارفین کو کچھ رقم دے گی، یہ صورت ناجائز ہے۔ اس طرح کی شرائط کے تحت ملنے والی رقم ہو یا کوئی اور منفعت ہو، سود ہی کی شکل اور حرام ہے۔ فقہائے کرام قاعدہ کے طور پر ایک روایت نقل کرتے ہیں جس میں بیان ہے کہ

كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً، فَهُوَ رِبًا.

''ہر قرض جو منفعت کھینچے، وہ سود ہے۔''

(ابن أبي شيبة، المصنف، 4: 327، الرقم: 20690، الرياض: مكتبة الرشد)

سوال: سود کی مزید تعریفات جاننے کیلئے 'سود کی جامع تعریف کیا ہے؟ قومی بچت/ نیشنل سیونگ سکیم میں سرمایہ کاری کا کیا حکم ہے؟

جواب: روایتی بینکوں کی طرح قومی بچت سرٹیفکیٹ (National Savings Certificates) بھی ابتداً مخصوص نفع کی پیشکش کے ساتھ رقوم جمع کرتے تھے اور کھاتے داروں میں مخصوص مدت کیلئے رقم جمع کروانے پر طے شدہ نفع دے رہے تھے، مگر حالیہ کچھ عرصہ میں قومی بچت کے ادارے نے شریعت سے مطابقت رکھنے والی بھی کچھ اسکیمز متعارف کروائی ہیں، جن میں سے ایک سروا اسلامک ٹرم اکاؤنٹ ((SITA) ہے اور دوسری سروا اسلامک سیونگ اکاؤنٹ (SISA) ہے۔ ان سکیمز کے بارے میں ابھی زیادہ معلومات نہیں دی گئیں مگر اندازہ ہے کہ ان کے کام کرنے کا طریقہ کار اُسی طرح کا ہوگا جیسے روایتی بینکوں میں نفع و نقصان شراکتی کھاتے (PLSA) کام کرتے ہیں، یعنی ادارے کو ہونے والے منافع میں سے کھاتے داروں کے نفع کی شرح طے کی جائے گی جس میں کمی و پیشی کا امکان ہوگا۔

اس لیے یہ اصول ذہن نشین کر لیں کہ کسی بھی فرد، ادارے یا بینک کو معینہ مدت کے لیے رقم دے کر اس پہ متعین (specified) اضافہ وصول کرنا شریعتِ اسلامی کی رو سے ناجائز ہے، قومی بچت سکیم یا کسی بھی سرکاری و غیر سرکاری ادارے کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا سود ہے، جس کی مذمت قرآن و حدیث میں جابجا کی گئی ہے۔ مثلاً آپ کسی فرد، ادارے یا بینک میں ایک لاکھ (1,00000) روپے اس شرط کے ساتھ جمع کروائیں کہ وہ آپ کو ایک ماہ بعد ایک لاکھ پانچ ہزار (1,05,000) روپے دے گا یا ہر ماہ پانچ ہزار (5,000) روپے دیتا رہے لیکن اصل رقم بھی باقی رہے گی۔ اس طرح رقم پر اضافہ لینا جائز نہیں ہے۔

جائز صورت یہ ہے کہ آپ ایک لاکھ (1,00000) روپے نفع و نقصان کی شراکت کے ساتھ جمع کروائیں۔ اس صورت میں منافع زیادہ ہو تو فریقین کو فائدہ ہوتا ہے اور نقصان ہو جائے تو پھر بھی فریقین ہی برداشت کرتے ہیں یعنی کسی ایک فریق کا معاشی استحصال نہیں ہوتا۔ اسی کو مضاربہ کہتے ہیں۔ قومی بچت سکیم میں سرمایہ کاری پر ملنے والی اضافی رقم اگر پہلے سے طے شدہ تناسب پر مل رہی ہے اور اصل رقم بھی باقی ہے تو یہ جائز نہیں۔

جہاں تک تقویٰ واحتیاط کا تقاضا ہے اس میں تو سائل سرمایہ کیلئے کسی قابل بھروسہ اور لائق اعتماد شخص کو کاروبار کے لیے دے دیں تاکہ خرچ چلتا رہے، یا جائز شیئرز خرید لیں، یا کرنسی وغیرہ جیسی کسی جائز مد میں سرمایہ کاری کر لیں، یا کوئی چھوٹا موٹا ایسا کام شروع کر لیں جس میں زیادہ بھاگ دوڑ اور محنت کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ زندگی بھر جائز ملازمت کی اور حلال کما کھا کر آخر میں اپنی جمع پونجی کسی مشکوک یا سودی مد میں رکھ کر خدا کے حضور پیش ہو جائیں۔

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
JUN-2023
LAHORE
Regd CPL No.45

THE MANIFEST QURAN

اُمتِ مسلمہ بالخصوص مغربی دنیا کی نوجوان نسل کے لیے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی گراں قدر اور یگانہ و منفرد دینی خدمت

الحمد للہ! قرآن مجید کا براہِ راست عربی سے

جدید اور آسان انگریزی زبان میں ترجمہ مکمل کرلیا ہے۔

کسی مفسر کے اپنے قلم سے براہِ راست عربی متن سے دو زبانوں میں ترجمۂ قرآن کرنے کی یہ پہلی مثال اور نظیر ہے۔ قبل ازیں ترجمۂ قرآن کی تاریخ میں مترجمین کے ہاں صرف اپنی مادری، قومی یا کسی ایک ہی زبان میں ترجمہ کرنے کی مثالیں ملتی ہیں۔ پھر اُسی ترجمہ کو بعد ازاں دوسری زبانوں میں منتقل کیا گیا۔

TAHIRULQADRI

DRQADRI

STATE TERRORISM

17 جون

14 خون

17 JUNE 2014

"THE WOUNDS THAT DIT NOT HEAL WITH THE PASSAGE OF TIME."

9 YEARSOFINJUSTICE   #MODELTOWNMASSACRE